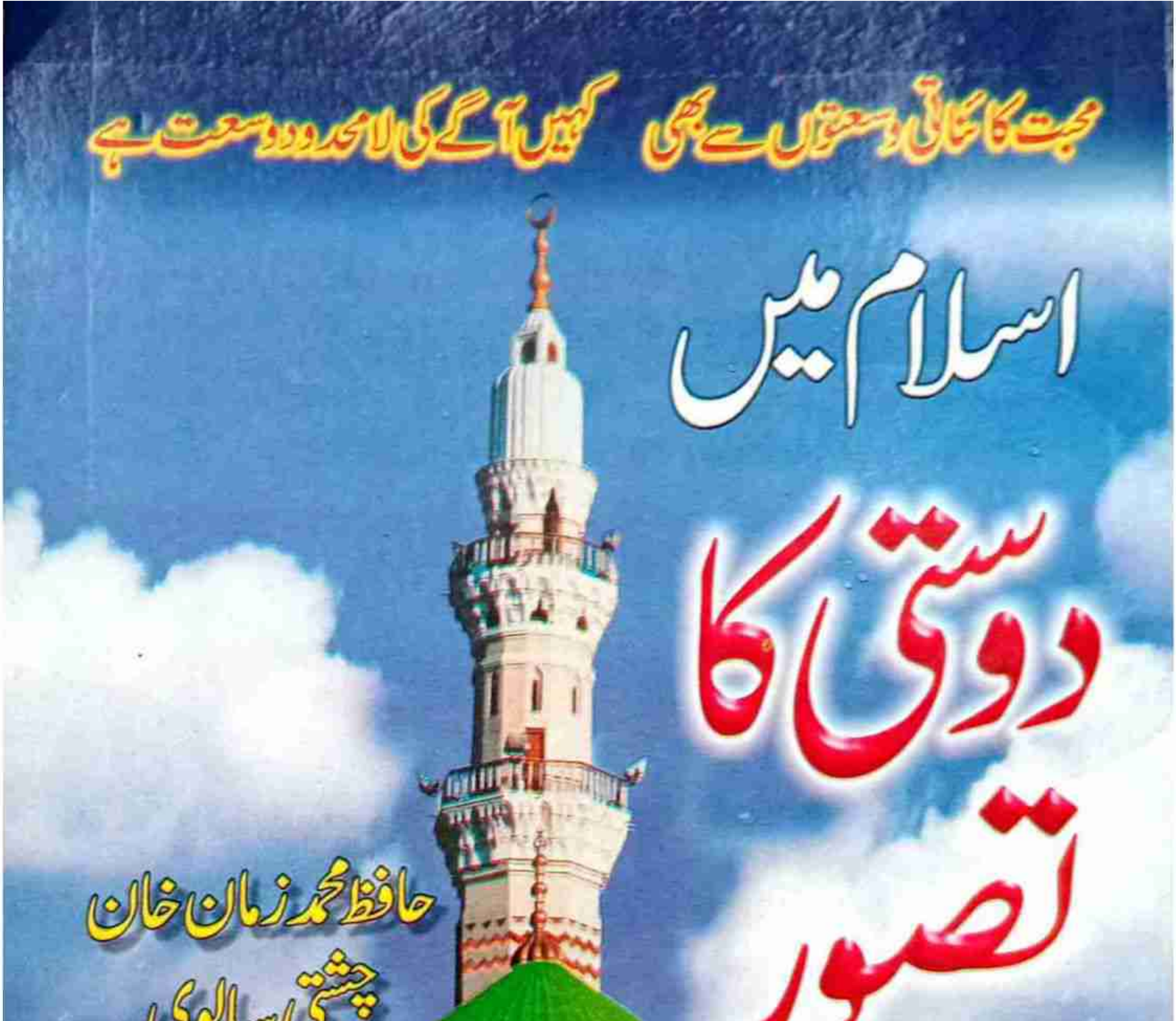


محبت کائناتی وسعتوں سے بھی کہیں آگے کی لامحدود وسعت ہے

اسلام میں دوستی کا تصور

حافظ محمد زمان خان
چشتی سیالوی

ادارہ نجم الہدیٰ جامع مسجد عمرؓ
پٹھان والا جھنگ روڈ فیصل آباد فون: 659456

محبت کائناتی وسعتوں سے بھی
کہیں آگے کی لامحدود وسعت ہے

اسلام میں

دوستی

کا تصور

محبتوں میں خطائیں تو ہو ہی جاتی ہیں محبتوں کا تقاضا ہے درگزر کرنا

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

ادارہ نجم الھدیٰ جھنگ روڈ فیصل آباد

کتاب	------------	اسلام میں دوستی کا تصور
نتیجہ فکر	------------	حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی ایم اے اسلامیات
فرمائش	------------	اراکین بزم عشاق و دیگر احباب
محرک	------------	پیار ' محبت ' خلوص
ترتیب و تزئین	------------	حافظ محمد اسماعیل
پروف ریڈنگ	------------	اعجاز احمد انجم
کمپوزنگ	------------	نوشاہی کمپوزنگ سنٹر فیصل آباد
صفحات	------------	۸۰
تعداد	------------	۱۱۰۰
ہدیہ	------------	
ناشر	------------	ادارہ نجم الہدیٰ جھنگ روڈ فیصل آباد فون ۔ ۱۵۹۳۵۶

فہرست آخر میں ملاحظہ فرمائیں

مفلس وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حوروں سے کیا نباہ کرے گا وہ خلد میں
جو پیار کر سکے نہ یہاں آدمی کے ساتھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ
یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا
تَسْلِیْمًا

اے پناہِ جہاں سلامُ علیک ۔۔۔ تکیۂ بیکساں سلامُ علیک
منزلِ تو مقامِ اَوْ اَدنیٰ ۔۔۔ گردِ راہ کہکشاں سلامُ علیک
اے نسیمِ سحر زمورِ حقیر ۔۔۔ باسُلیماں رساں سلامُ علیک
من فتادہ بخاکِ کوئے تو اَم ۔۔۔ خُذ یدی اے جواں سلامُ علیک
لُطف فرما کہ ما شکستہ تریم ۔۔۔ لُطف شایانِ شاں سلامُ علیک
برہمہ آلِ پاک و اصحابش ۔۔۔ فخر ہر دم بخواں سلامُ علیک

ارمغانِ عقیدت از حضرت صاحبزادہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی

سیال شریف

انتساب

دوستی کا پاک جذبہ رکھنے والے

دوستوں

کے

نام

محبت ہر ایک سے نفرت کسی سے نہیں
شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

منتظر

حافظ محمد زمان خاں چشتی سیالوی

نذرِ محبت

عظیم دوست

سجاد حسین اسدی

کے

نام!

جسے نہ جانے گوشۂ عافیت کیوں

راس آگیا۔۔۔!؟

ناچیز

محمد زمان

انتساب

سلطان العارفین فخر العاشقین
فخر عالم مخدوم زمانہ
خواجہ حافظ محمد فخر الدین سیالوی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

زینت آستانہ عالیہ سیال شریف

کے حضور

کعبۃ العشاق ماند ایں مقام
ہر کہ ناقص آمد ایں جا شد تمام

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

امیدوارِ شفاعتِ محبوب کریم ﷺ
خاکپائے پیر سیال لجپال
حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

اعلامیہ

لجپال لجپال
پیر سیالؒ
پیر سیالؒ

بھلوں کو بھلی
لاج

بحکم غریب نواز حضور امیر شریعت، نائب شیخ الاسلام خواجہ **محمد حمید الدین** سیالوی رحمتہ اللہ علیہ

مقام تقریب آستانہ مقدسہ سیال شریف

بوقت **12:30** بجے دن بتاریخ **19** ذیقعدہ **1440** ہجری مطابق **23** جولائی **2019**ء بروز منگل

اشاعت وارث نسبت پیر سیال ضیاء چشت حضرت خواجہ محمد ضیاء الحق سیالوی سجادہ نشین آستانہ مقدسہ سیال شریف کے حکم سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم النبین وعلیٰ الہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین اما بعد !

الحمد للہ ! ہم اہلسنت وجماعت اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں اور اس کی ذات وصفات میں کسی کو اس کا ہم سر نہیں ٹھہراتے۔ اللہ کریم کو تمام عیوب ونقائص سے منزہ ومبرا اور تمام عظمتوں کا مالک سمجھتے ہیں تمام کتب سماوی پر ایمان رکھتے ہیں۔ حیات بعد از موت، حشر ونشر، جنت ودوزخ کو حق سمجھتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اللہ کا آخری نبی ماننے کے ساتھ ساتھ تمام سابقہ انبیاء ورسل سے افضل واعلیٰ سمجھتے ہیں اور سابقہ تمام انبیاء ورسل پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی تعظیم وتوقیر بجالاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے تمام صحابہ کرام واہلبیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پناہ محبت کو جزو ایمان سمجھتے ہوئے انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں انہیں خلیفہ اول بلا فصل خلیفۃ الرسول برحق مانتے ہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ثانی برحق، حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین کو خلیفہ ثالث برحق اور مولائے مرتضیٰ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ رابع برحق مانتے ہیں اور اسی ترتیب سے ان میں افضلیت تسلیم کرتے ہیں اور تمام صحابہ کرام میں سے کسی ایک کی عزت وعظمت کے خلاف اشارے، کنائے یا صراحت کے ساتھ طعن وتشنیع کرنے والے کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں اور اسی طرح اہلبیت اطہار سے بغض رکھنے والے ہر شخص کو خارج اہلسنت سمجھتے ہیں۔ مشاجرات صحابہ میں کف لسان (خاموشی) اور ان کے فضائل ومناقب کے بیان کو شعار ایمان (نشانی) سمجھتے ہیں۔ یہ تمام عقائد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ (۱) آئمہ اہل بیت اطہار، اجلہ تابعین (۲) آئمہ اربعہ امام اعظم ابو حنیفہ (۳) امام مالک (۴) امام احمد بن حنبل (۵) امام شافعی (۶) سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی (۷) حضرت داتا گنج بخش (۸) حضرت امام غزالی (۹) شیخ محی الدین ابن العربی (۱۰) امام عبدالوہاب شعرانی (۱۱) شیخ فرید الدین عطار (۱۲) حضرت مجدد الف ثانی (۱۳) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۴)۔ حضرت الشاہ احمد رضا محدث بریلی (۱۵) حضرت شاہ ولی اللہ (۱۶) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۷) حضور خواجہ خواجگان بہار چشت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی (۱۸) قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی (۱۹) اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے اجلہ علماء ومشائخ سے ثابت ہیں ان عقائد کا مفصلاً تذکرہ اہلسنت کے عقائد کی کتب معتبرہ مثلاً فقہ اکبر، عقیدہ طحاویہ کتاب الابانہ، شرح العقائد، النسفیہ وغیرہ میں موجود ہیں اور انہیں عقائد پر ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اتفاق ہے۔ پوری امت کی طرح یہی عقیدہ مشائخ چشت علیہم الرضوان کا بھی ہے اور اسی عقیدے کو وقت کی اہم ضرورت سمجھتے ہوئے اعلامیہ کے طور پر آستانہ مقدسہ سیال شریف کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے تاکہ مریدین ومتوسلین اور خلفاء اور عوام اہلسنت کے لئے سند رہے۔

۱. تکمیل الایمان ۲. الطرقہ ۳. فقہ اکبر ۴. موطا امام محمد ۵. السنۃ للخلال ۶. مرام الکلام ۷. غنیۃ الطالبین ۸. کشف المحجوب ۹. احیاء العلوم ۱۰. فتوحات مکیہ
۱۱. الیواقیت والجواہر ۱۲. منطق الطیر ۱۳. مکتوبات شریف ۱۴. تکمیل الایمان ۱۵. فتاویٰ رضویہ ۱۶. فتاویٰ عزیزیہ ۱۷. غذا المحبین ۱۹. مراۃ العاشقین ۲۰. انوار قمریہ

اعلامیہ پڑھنے کی سعادت پیر محمد معظم الحق معظمی سجادہ نشین خانقاہ معظم آباد شریف سرگودھا نے حاصل کی۔

تشکر و امتنان

اس کتاب کی تالیف و تدوین ترتیب و تنظیم، تکمیل و تشکیل، تشہیر و تدبیر طاعت و کتابت و اشاعت میں جن جن مطابع و مکاتب نیز وہ تمام افراد و اشخاص جن سے علمی، ادبی، نظری، فکری، قلمی، عملی اور لسانی استمداد لی گئی ہے اور اس محبت بھری کتاب میں جس جس نے کسی طرح سے بھی میری مدد کی ہے اور میرا ہاتھ بٹایا ہے وہ سب میرے قلبی اور دلی شکریہ و اظہار امتنان کے حق دار ہیں

بڑی ناشکری ہو گی اگر میں اراکینِ بزمِ عشاق فیصل آباد کی مخلصانہ کوششوں کا اعتراف نہ کروں جن کی محبتوں، کاوشوں کا نتیجہ یہ کتابیں ہیں اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں جناب حاجی محمد یعقوب صاحب اور ان کے دوستوں نے جو مالی معاونت فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرنا میرا شرعی فریضہ ہے

ناچیز ان سب معاونین کا ممنون و شکر گزار ہے ان سب کے لئے دعا گو اور اس سدا بہار سعادت پر ادارہ کی طرف سے اور اپنی طرف سے انھیں مبارک باد پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ بطفیل زلفِ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سمیت ان سب کو جزائے احسن سے نوازے اور بار بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف فرمائے

آمین بجاہ سید المرسلین طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امیدوارِ شفاعتِ

محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ناچیز محمد زمان چشتی سیالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تم ہرگز جنت میں داخل نہ ہونے پاؤ گے جب تک تم ایک دوسرے سے دوستانہ اور محبت نہ رکھو گے اس کا طریقہ یہ ہے کہ تم ایک دوسرے کو نمایاں طور پر سلام کیا کرو آپس میں سلام کو رواج دو

☆ دوست کی تعظیم کرو اس لیے کہ بہترین دوست اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہے

☆ غریب وہ نہیں جس کے پاس دولت نہیں بلکہ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہیں۔

☆ دوستی صرف دوستی سے خریدی جا سکتی ہے۔

☆ تمہارے لیے بہترین دوست وہ ہے جسے دیکھو تو تمہیں خدا یاد آ جائے ۔ جس کی گفتگو سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دہانی کرائے۔

سچا دوست

☆ سچا دوست وہ ہے جو تمہاری برائیوں

اور

خامیوں کو جانتے ہوئے بھی تم سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ تم میں
کچھ خوبیاں بھی ہیں

دوست ایسا کوئی غم خوار ملے
جس کی باتوں سے مجھے پیار ملے

دوستی

☆ دوستی وہ جذبہ ہے جو چاند کی سی چاندنی پھول کی سی خوشبو اور بہار کی ہوا سے مل کر بنتی ہے دنیا میں نایاب چیز دوستی ہے جو دوستی سے محروم رہا وہ دنیا کی عظیم نعمت سے محروم رہا۔ دوستی کو عظیم بنانے کے لیے دریا جیسی سخاوت سورج جیسی شفقت اور زمین جیسا جذبہ چاہیئے۔
دوستی ایسا بیج ہے جسے محبت سے بویا اور کاٹا جا سکتا ہے۔

☆ دوستی اخلاق اور محبت کی دوسری شکل ہے۔

☆ اچھی دوستی جس کی جڑیں سچائی اور خوش اخلاقی پر ہوں
وہ عظیم دوستی ہے دوستی کا سہارا ہی خوبصورت سہارا ہے۔

☆ دوستی ایک ایسا جذبہ ہے جس میں ایثار اور خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوتا ہے۔
اگر دوستی کے جذبے میں خلوص نہ ہو بلکہ خود غرضی اور لالچ ہو تو ایسی دوستی دوستی نہیں کہلاتی۔

اگر دوستی میں قربانی کا جذبہ نہ ہو تو دوستی پروان نہیں چڑھتی - دوستی ایک ایسا رشتہ ہے جس میں خون کے رشتوں کی بھی پروا نہیں کی جاتی - سچا اور مخلص دوست اللہ تعالیٰ کی جانب سے نایاب تحفہ ہے - دوستی تو ایسا جذبہ ہے جو سونے اور چاندی سے مہنگا ہے - دوستی تو ایسے پودے کی مانند ہے - جس کی جڑیں سینے میں اور پھول دل میں کھلتے ہیں -

☆ وہ آدمی کبھی تنہا نہیں ہو سکتا جسے ایک بھی پر خلوص دوست میسر ہو

☆ دوست زندگی کے تھکا دینے والے سفر میں میٹھی اور مسحور کن موسیقی کی مانند ہے -

☆ سچا دوست دو جسموں میں روح کی مانند ہے -

☆ دوستی مفاد پرستی کا نام نہیں
بلکہ دوستی ایک پسندیدہ اور دلنیش ذمہ داری ہے

☆ دنیا میں مخلص دوست قسمت سے ملتا ہے اور اگر ایسا دوست کھو جائے تو اس کا غم سدا رہتا ہے

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین دوست وہ ہے جو دوست کا خیر خواہ ہے

☆ دوستی وہ رشتہ ہے جو دل کو سکون اور ذہن کو معطر کر دیتا ہے

☆ دشمن ایک بھی زیادہ ہے دوست ہزار بھی کم ہیں

☆ دوستوں کے سنگ چلنا ہی انسانی عظمت کی دلیل ہے

☆ اپنے دوست کو مصیبت اور گناہ میں مبتلا دیکھ کر اس سے ناطہ نہ توڑ بلکہ دوستی کا حق ادا کرتے ہوئے اسے سیدھے راستے پر لانے کی کوشش کر

☆ دوست وہ ہے جس کی محبت بے لوث ہو جس کا خلوص بے مثال ہو جس کی وفا انمول ہو جس کی ہمدردی بیش بہا ہو اور جس کی جدائی میں غم بے پناہ ہو۔

☆ دوست کو اس کی دولت سے نہیں بلکہ اس کے اخلاق سے پہچانو کیونکہ دولت مند دوست اکثر خود غرض ہوتے ہیں

☆ دوستوں کی یادیں فلک پر چمکتے تاروں کی مانند ہوتی ہیں بھلا انھیں کون چمکنے سے روک سکتا ہے۔

☆ دوستی ایسے لوگوں سے کریں جو اچھی سوچ اور اچھی عادات و اخلاق کے مالک ہوں۔

☆ دوستوں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر شریک رہیئے

☆ دوستی پڑھے لکھے اور نیک لوگوں سے کریں۔

☆ دوستوں کے درمیان ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کریں

☆ دوستی ایک ایسا عظیم رشتہ ہے جس کی بنیاد اعتماد پر ہے

☆ دوستی لگانا بہت آسان ہے لیکن دوستی نبھانا بہت مشکل ہے

☆ مخلص دوست کے پاس ایک گھنٹہ بیٹھ لینا سو برس کی تنہائی سے بہتر

ہے۔

☆ دوست کے انتخاب میں بہت احتیاط سے کام لیں کیونکہ دوست زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔

☆ دوست بناتے وقت دل میں ایک قبرستان بنالو تاکہ اس میں دوست کی برائیاں دفن کر سکو۔

☆ اگر ایک بہترین دوست سو بار روٹھ جائے تو اسے سو بار منالو کیونکہ موتیوں کی مالا جتنی بار ٹوٹتی ہے موتی اتنی ہی بار چن لیئے جاتے ہیں۔ ہنستے ہوئے زندگی کے سفر کو اچھے دوست کے سائے میں گزارو

☆ دوست بناتے وقت اسکی صورت کو نہیں اس کی سیرت کو دیکھو

☆ انسان ہمیشہ اپنے دوست سے اور درخت ہمیشہ اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

☆ انسان دنیا میں دوست کے بغیر ادھورا ہے

☆ جو اپنے دوستوں کو برے کاموں سے باز نہیں رکھتا وہ دوستی کے قابل نہیں۔

☆ دوستی ایک ایسا پھول ہے جو مرجھانے کے بعد بھی اپنی خوشبو رکھتا ہے

☆ دوستی ایسے دو ہاتھ ہیں جن کامطلب ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کے لئے ہروقت تیار رہتے ہیں

☆ اگر آپ دوست نہیں بنا سکتے تو خود ایسے بنیں کہ لوگ آپ کے دوست بن جائیں

☆ جو لوگ اپنی مجبوری کو مخلص دوست کی خوشی کے لئے قربان کر دیتے ہیں وہی عظیم لوگ ہوتے ہیں

☆ اہل ظرف دوست کے عیبوں کو اپنے اندر سما لیتے ہیں اور کم ظرف اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں

☆ اگر کسی کو چاہو تو اس طرح چاہو کہ وہ آپ کے دل کی دھڑکن بن جائے

مناؤ

☆ ایک اچھے اور مخلص دوست کو سینے میں چلتی ہوئی سانس کی طرح سمجھو اگر وہ کسی بات پر تم سے خفا ہو جائے تو اسے بار بار مناؤ اگر تمہارا کوئی دوست روٹھ جائے تو اپنی انا کے خول کو توڑ کر اسے راضی کرو۔

دوستی

☆ انسان نے ہزاروں برس پہلے پہاڑوں کی بلندی جھرنوں کا ترنم
کلیوں کی معصومیت پھولوں کی مسکراہٹ ' فرشتوں کا نور
سورج کی روشنی چاند کی ٹھنڈک ستاروں کی رم جھم '
پریوں کا پیار اور انسانی خلوص کو یکجا کر کے
جس مقدس رشتے کو جنم دیا اس کا نام دوستی ہے

دوستی ایک پیارا پھول اور کان میں رس گھولنے والا لفظ ہے یہ نام سنتے ہی
ایک پاکیزہ اور پر خلوص جذبے کا احساس ہوتا ہے
لیکن آج کے اس دور میں محبت صرف خود غرض اور مطلب پرستی تک محدود ہے
کاش کوئی اس انمسٹ جذبے کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔

شاید کبھی خلوص کو منزل نہ مل سکے
وابستہ ہے مفاد ہر ایک دوستی کے ساتھ

عرض زماں
گر ہو سکے تو شکستہ دلوں سے پیار کرو
اس لیئے کہ!
میرے محبوب بہت خوش ہوتے ہیں

زمین پہ رہتے ہوئے فرد سے محبت ہے
یہی وجہ ہے ہمیں درد سے محبت ہے

○

پتہ یوں تو بتاتے ہیں وہ سب کو لامکاں اپنا
مگر معلوم ہے رہتے ہیں وہ ٹوٹے ہوئے دل میں

پلیز
اگر محبت نہیں کر سکتے تو نفرت بھی نہ کرو
شکریہ

آداب ملاقات

دوست و احباب سے میل ملاقات سے باہمی الفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ ایک پسندیدہ عمل ہے ایک حدیث پاک میں ہے کہ جس نے کسی مریضِ کی عیادت کی یا اپنے مسلمان بھائی کی ملاقات کو گیا تو ایک پکارنے والا اس کو آواز دے گا کہ "تم اچھے تمہارا آنا اچھا اور تم نے جنت میں اپنے لئے ایک مکان بنا لیا"

(ترمذی)

ملاقات کے سلسلہ میں اگر چند باتوں کا لحاظ رکھا جائے تو ملاقات فریقین کے لئے زیادہ خوشگوار اور باعث اطمینان و مسرت ہوتی ہے

ا۔ ملاقات کا وقت طے کر لیجئے

جب کسی سے ملاقات کا ارادہ ہو تو پہلے سے وقت لے لیجئے یوں ہی وقت بے وقت کسی کے یہاں جانا مناسب نہیں اس سے دوسروں کا وقت بھی خراب ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان دوسروں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔

۲۔ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کیجئے

ملاقات کے لئے اگر کسی کے گھر جانا ہو تو یہ بات نہایت ضروری ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے متعلقہ شخص سے یا اس کے گھر والوں سے داخلہ کی اجازت طلب کی جائے۔ بلا اجازت کسی کے گھر میں چلے جانا مناسب نہیں معلوم نہیں کوئی کس حال میں ہو کہ آپ کا آنا اُسے برا محسوس ہو۔ ارشاد الٰہی ہے

" اے ایمان والو! اپنے گھر کے سوا کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک اہل خانہ سے اجازت نہ لے لو اور ان کو سلام نہ کر لو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (یہ حکم تمہیں اس لیے دیا جا رہا ہے) کہ جب ایسا موقع ہو تو تم اس کا خیال رکھو۔" (سورة النور۔ ۲۷)

کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینے کے اگرچہ اور بھی بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں لیکن اس کا اصلی مقصد یہ ہے کہ انسان بعض اوقات ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ وہ پسند نہیں کرتا کہ دوسروں کی نگاہ اس پر پڑے، یہی وجہ ہے کہ جب راحتِ دو جہاں ﷺ کسی مکان پر جاتے تھے تو چونکہ اس وقت دروازوں پر پردہ ڈالنے کا رواج نہ تھا اس لیے اجازت لینے سے پہلے دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے تھے، سامنے نہیں

کھڑے ہوتے تھے تاکہ اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑے۔ ایک بار ایک صاحب آئے اور آپ کے دروازہ کے سامنے کھڑے ہو گئے تو آپ نے فرمایا دروازہ کے دائیں یا بائیں کھڑے ہو، کیونکہ اجازت لینے کا حکم اسی لیے دیا گیا ہے کہ گھر کے اندر کی چیزوں پر نگاہ نہ پڑنے پائے۔

(ابو داؤد)

اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ سلام کر کے یہ کہا جائے کہ کیا میں اندر آ سکتا ہوں ؟ اگر اجازت طلب کرتے وقت گھر میں سے پوچھا جائے کہ کون ہے ؟ تو یوں نہیں کہنا چاہیئے کہ "میں" بلکہ اپنا نام بتانا چاہیئے تاکہ گھر والوں کو واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ کون آیا ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ وہ جب محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو عرض کرتے **السلام علیکم یا رسول اللہ ایدخل عمر** ؟اے اللہ کے رسول ! السلام علیکم کیا عمر اندر آ سکتا ہے ؟

(ابو داؤد)

تین بار سلام کرنے کے یا موجودہ دور میں تین بار دروازہ پر لگی ہوئی گھنٹی بجانے کے بعد اگر اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ جانا چاہیئے۔ اجازت طلب کرنے میں بیجا اصرار کرنا یا اجازت نہ ملنے کی صورت میں جم کر دروازہ پر کھڑے ہو جانا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے "اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے

اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔"

(سورۃ النور۔۲۸)

البتہ اگر کسی کو صاحب خانہ خود بلائے تو اس کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں یا اگر کوئی شخص گھر کے لان میں بیٹھا ہوا ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو تو اس وقت بھی اجازت لینا غیر ضروری نہیں خود اپنے گھر میں بھی سلام کر کے جانا چاہیئے اس سے برکت کے علاوہ یہ فائدہ ہو گا کہ گھر کی خواتین بے تکلفی کی حالت میں ہوں گی یا گھر میں غیر محرم عورتیں آئی ہوئی ہوں گی تو وہ ہوشیار ہو جائیں گی اور پردہ کر لیں گی۔

۳۔ خندہ پیشانی سے استقبال کیجئے

ملاقات کے وقت مسکراتے چہرے سے استقبال کیجئے اور مسرت و محبت کا اظہار کیجئے اور سلام میں پہل کیجئے اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ سلام کے لئے السلام علیکم کے بجائے دوسرے ادھر ادھر کے مروجہ الفاظ استعمال نہ کیجئے محبوبِ کریم ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ بہت جامع ہیں ان میں دین و دنیا کی تمام سلامتیاں اور ہر طرح کی خیر و عافیت کی دعائیں شامل ہیں۔ السلام علیکم کے ساتھ و رحمتہ اللہ و برکاتہ کا اضافہ مزید رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے۔

۴۔ ملاقات کے وقت موقع ہو تو مصافحہ اور معانقہ کیجئے ۔مزاج پوچھئے اور مناسب ہو تو گھر والوں کی خیریت بھی دریافت کیجئے مصافحہ ایسے وقت میں مت کیجئے جب کہ دوسرا شخص کسی ایسے کام میں مصروف ہو کہ ہاتھ خالی کرنے میں اسے کوئی زحمت ہو ۔ ایسے موقعہ پر صرف زبانی سلام ہی پر اکتفا کیجئے

۵۔ جب آپ کے ہاں کوئی ملنے کے لئے آئے تو محبت اور خندہ پیشانی کے ساتھ اس کا استقبال کیجئے عزت سے بٹھائیے اور حسب موقع مناسب خاطر تواضع کیجئے خاطر تواضع میں سادگی کو ملحوظ رکھیے اس میں آپ کی نیت ریاکاری یا دکھاوے کی نہیں بلکہ مہمان کی عزت و توقیر کی ہونی چاہیے۔

۶۔ ہمیشہ یہی خواہش نہ رکھیئے کہ لوگ ہی آپ سے ملنے آئیں بلکہ آپ خود بھی دوسروں سے ملنے جائیے باہمی میل جول سے محبت و الفت میں اضافہ ہوتا ہے

۷۔ کسی کے یہاں جائیے تو کبھی کبھار کوئی مناسب تحفہ بھی ساتھ لیتے جائیے تحفہ دینے دلانے سے بھی محبت بڑھتی ہے راحتِ دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے **تھاد و اتحابوا** (ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو ۔ اس سے تمہاری آپس میں محبت بڑھے گی ۔)

۸۔ کسی کے پاس جائیے تو کام کی باتیں کیجئے بیکار باتیں کر کے اس کا اور اپنا وقت ضائع نہ کیجئے اگر اپنی کوئی ضرورت بیان کرنی ہو تو مہذب انداز سے بیان کیجئے اگر ضرورت پوری ہو جائے تو شکریہ ادا کیجئے

۹۔ اگر آپ کے پاس کوئی شخص کسی ضرورت کے لئے آئے تو جہاں تک امکان میں ہو اس کی ضرورت پوری کر دیجئے۔ اگر ضرورت پوری نہ کر سکیں تو نہایت ہمدردانہ لہجہ میں معذرت کر دیجئے خواہ مخواہ اس کو امیدوار نہ بنائے رکھیئے۔

۱۰۔ اگر کسی سے ملاقات سر راہ ہو تو سلام و مصافحہ اور مزاج پرسی پر اکتفا کیجئے گفتگو کو طول نہ دیجئے ممکن ہے کہ وہ شخص کسی ضروری کام سے جا رہا ہو ۔ اور آپ کی طویل گفتگو سے اسے پریشانی ہو۔

۱۱۔ چند افراد اگر کسی سے اکٹھے ملاقات کے لئے جائیں تو اس سے گفتگو کے لیے ان میں سے ایک شخص کو موقعہ دیجئے یہ نہ ہو کہ سب بیک وقت بولنے لگیں اور جس سے ملنے گئے ہیں وہ کچھ نہ سمجھ سکے کہ کیا کہنا چاہتے ہیں گفتگو کرنے والے شخص کے لیے بھی یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے ساتھیوں کو نظر انداز کر کے مخاطب کو صرف اپنی طرف متوجہ کیے رکھے بلکہ اسے گفتگو اس انداز سے کرنی چاہیئے کہ سب کو اس گفتگو میں اپنی شرکت کا احساس ہو

۱۲۔ اگر آپ کسی ایسے شخص سے ملنے کے لیے جائیں جو پہلے سے اپنے کام میں مصروف ہو تو اس کے فارغ ہونے کا انتظار کیجئے یا اگر اس کے پاس بہت سے افراد ملاقات کے لیے پہلے سے موجود ہوں تو اپنی باری کا انتظار کیجئے اسے فوراً اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش نہ کیجئے اس سے دوسروں کی حق

تلفی ہو گی۔

۱۳۔ کبھی کسی محبوب و محترم کو آتے ہوئے دیکھ کر جوش محبت یا جوش احترام میں کھڑا ہو جانا بھی ممنوع نہیں ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب راحتِ دو جہاں ﷺ کی خدمت میں آتی تھیں تو آپ کھڑے ہو جاتے تھے اور ان کا ہاتھ چومتے تھے اور اپنی جگہ ان کو بٹھاتے تھے جب آپ ان کے یہاں جاتے تھے وہ بھی ایسا ہی کرتی تھیں البتہ محبوبِ کریم ﷺ نے مسلمانوں کو بعض اقوام کی اس نقالی سے منع فرمایا کہ وہ لوگ محبت کے بجائے غلامانہ اور بندگی کی ذہنیت سے اپنے امیروں اور بادشاہوں کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے اور اسی طرح کھڑے رہتے تھے محبوبِ کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے "تم آپس میں ایک دوسرے کے لیے نہ کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔"

(ابو داؤد۔ کتاب الادب)

اللہ تعالیٰ ہمیں واخوت کی توفیق عطا فرمائے امین ثم امین

بجاہ سید المرسلین طہٰ ویسٰن ﷺ

امیدوارِ

شفاعتِ محبوبِ کریم ﷺ

ناچیز محمد زمان چشتی سیالوی

محبت کرو

○ محبوبِ دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا

اپنے یار دوست زیادہ بناؤ (یعنی محبت کرو) اس لئے کہ تمہارا رب باحیا اور کریم ہے ۔اس بندے سے حیا کرتا ہے جس کے دوست بہت زیادہ ہوں اور وہ اسے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کرے

○ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو کسی کو نظر شفقت سے دیکھتا ہے ' دل میں اس کے لئے کسی قسم کا کینہ اور غصہ نہیں رکھتا تو آنکھ جھپکنے سے پہلے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کیئے جاتے ہیں۔

○ جب بندے کو اللہ تعالٰی اپنے کاموں کے لئے منتخب فرمالیتے ہیں '

پھر کسی اور کام کا نہیں رہتا۔ رہ سکتا ہی نہیں۔ اور یہ انتخاب بندوں پر عنایت الٰہی کی حد ہوتی ہے۔

عمر گزری خیال میں ان کے
کتنے نازک خیال ہیں ہم لوگ
حسن میں آپ کا جواب نہیں
عشق میں بیمثال ہیں ہم لوگ
صورت یار بس گئی دل میں
اب سراپا وصال ہیں ہم لوگ
ہم کو سونپی گئی امانت عشق
قابل اعتبار ہیں ہم لوگ
قبر میں بھی جنہیں سکوں نہ ملا
تیر وہ بے اقرار ہے ہم لوگ

اسلام میں دوستی کا تصور

محبوبِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن سراپا الفت اور محبت ہے ۔ اور اس شخص میں سرے سے کوئی خیر و خوبی نہیں ہے جو نہ تو دوسروں سے محبت کرے اور نہ ہی دوسرے اس سے محبت کریں

(مشکوۃ ۔ باب الشفقت)

اسی طرح ایک دوسری حدیث پاک میں فرمایا ہے کہ " مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور معاون ہیں ۔ "

جن لوگوں نے سیرت محبوب کریم ﷺ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ محبوبِ کریم راحتِ جاں ﷺ اپنے دوستوں اور ساتھیوں یعنی صحابہ کرامؓ سے انتہائی محبت فرماتے تھے اور اس حد تک شفقت فرماتے تھے کہ ہر ایک یہ محسوس کرتا تھا کہ راحتِ جاں ﷺ سب سے زیادہ اسی کو چاہتے ہیں ۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں محبوبِ کریم ﷺ میرے ساتھ اتنی محبت ' توجہ اور خلوص سے بات کرتے تھے کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ شاید میں اپنی قوم کا سب سے بہتر آدمی ہوں ۔ ایک روز انہوں نے محبوبِ کریم ﷺ سے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ محبوبِ کریم ﷺ نے فرمایا ۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل ہیں ۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا عمر

رضی اللہ عنہ اسی طرح انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں استفسار کیا تو محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیا اور میں بہت شرمندہ ہوا کہ مجھے ایسی بات پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔

اسلام میں دوستی کا معیار اسلام سے محبت تقویٰ اور پرہیز گاری ہے کیونکہ انسان کی فطری طور پر دوستی ان لوگوں سے ہوتی ہے جو اس کے ہم خیال ہوں۔ اسی بنا پر یہ مثل مشہور ہے کہ آدمی اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور وقت گزارنے کا نام ہی زندگی ہے اگر دوستی میں ایثار و قربانی اور محبت کی آمیزش نہ ہو تو ایسے ہی ہے جیسے پھول تو ہو مگر اس میں خوشبو نہ ہو۔ دوستوں سے نفرت اور بیزاری انسان کو تنہائی کی ایسی دلدل میں پھنسا دیتی ہے جس میں وہ عمر بھر مقید رہتا ہے۔ جو انسان دوستوں میں مل جل کر رہتا ہے اور ہر معاملہ میں ان کو شریک کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ کبھی اس کے آرام میں خلل پڑتا ہے تو کبھی اس کے معمولات متاثر ہوتے ہیں۔ کبھی اس کی خواہش اور رجحان کے خلاف باتیں سامنے آتی ہیں تو کبھی اس کے صبر برداشت کی آزمائش ہوتی ہے۔ کبھی اس کو مالی نقصان ہوتا ہے۔ غرضیکہ مختلف قسم کی اذیتیں اور تکلیفیں اس کو پہنچی ہیں لیکن جب کوئی شخص ان اذیتوں کو برداشت کرتا ہے تو اس کے قلب میں اس سے جلا پیدا ہوتی ہے۔ اچھے اخلاق نشو ونما پاتے ہیں۔ اور وہ تربیت و تزکیے کی فطری منازل سے گزرتا ہوا روحانی اور اخلاقی ترقی کرتا اس میں تحمل و بردباری ' ایثار و محبت

ہمدردی و شجاعت اور مرحمت و مواساۃ کے اعلیٰ ترین اوصاف پیدا ہوتے ہیں اور وہ انسانی معاشرے کے لیے سراپا خیر و برکت بن جاتا ہے۔ ہر دل میں اس کے لئے قدر و عظمت کے جذبات جنم لیتے ہیں اور ہر انسان اس کے وجود کو اپنے حق میں رحمت کا سایہ سمجھتا ہے

محبوبِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

" جو مسلمان لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں کو برداشت کرتا ہے وہ کہیں بہتر ہے اس شخص سے جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے اور ان کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر برداشت خاطر ہوتا ہے۔

(ترمذی)

اسلام میں یہودی ' مشرکین اور عیسائیوں سے دوستی کی ممانعت ہے۔ اسی لئے اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہمیشہ نیک اور صالح لوگوں کو ہی دوست بنایا جائے۔ دوستی میں اس بات کا خیال رکھنا بے حد ضروری ہے کہ جن لوگوں سے قلبی تعلق بڑھایا جا رہا ہے وہ دین و اخلاق کے اعتبار سے آپ کے لئے کس حد تک مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ محبوبِ کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ

" آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہر آدمی کو غور کر لینا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔ "

(مسند احمد مشکوۃ)

دوست کے دین پر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ دوست کی صحبت میں بیٹھے گا تو وہی جذبات و خیالات اور وہی ذوق و رجحان اس میں بھی پیدا ہو گا جو دوست میں ہے۔ اور پسند و ناپسند کا وہی معیار اس کا بھی بنے گا جو اس کے دوست کا ہے۔ اس لئے دوست کے انتخاب میں انتہائی غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔ اور قلبی لگاؤ اسی سے بڑھانا چاہیئے جس کا ذوق و رجحان افکار و خیالات ' دین اور ایمان کے تقاضوں کے مطابق ہو محبوبِ دو جہاں ﷺ نے تاکید فرمائی کہ مومن ہی سے رشتہ محبت استوار کرو۔ اور اسی کے ساتھ اپنا کھانا پینا رکھو۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔

مومن ہی کی صحبت میں رہو اور تمہارے دستر خوان پر پرہیزگار ہی کھانا کھائے۔"

ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا پینا قلبی تعلق اور محبت کا فطری محرک ہے اور یہ تعلق و محبت اسی مومن سے ہونا چاہیئے۔ جو متقی اور پرہیزگار ہو۔ خدا سے غافل غیر ذمہ دار ' بے عمل اور بد اخلاق لوگوں سے ہمیشہ دور رہیئے۔ محبوبِ کبریاء راحتِ جان ﷺ نے اچھے اور برے دوست سے تعلق کی کیفیت کو ایک بلیغ تمثیل میں یوں بیاں فرمایا ہے۔

اچھے اور برے دوست کی مثال مشک بیچنے والے اور بھٹی دھونکنے والے لوہار کی طرح ہے۔ مشک بیچنے والے کی صحبت سے تم کو کچھ فائدہ ضرور پہنچے گا یا مشک خریدو گے یا مشک کی خوشبو پاؤ گے۔ لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا گھر یا کپڑے جلا دے گی۔ یا تمہارے دماغ میں اس کی بد بو پہنچے گی۔ (بخاری)

اور ابوداؤد میں حدیث پاک کے الفاظ اس طرح ہیں۔

" نیک دوست کی مثال ایسی ہے جیسے مشک بیچنے والے کی دکان، کہ اور جو کچھ فائدہ نہ بھی ہو تو خوشبو ضرور آئے گی۔ اور برا دوست ایسا ہے جیسے بھٹی سے آگ نہ لگے تب بھی دھوئیں سے کپڑے تو ضرور کالے ہو جائیں گے۔"

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اچھا دوست اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جو کسی دوسرے دوست کی پوری زندگی کے تمام پہلوؤں پر اپنی صحبت کے مثبت اثرات چھوڑتا ہے۔ اور برا دوست اللہ کے عذاب سے کم نہیں کہ اس کی موجودگی ایک اچھی خاصی شخصیت کو مسخ کر کے رکھ دیتی ہے ۔ اور پھر دوستی میں صرف ذاتی پسند اور ناپسند کا ہی سوال نہیں ہے بلکہ سب سے اہم بات کسی انسان میں اچھے دوست کے اعلیٰ ترین اوصاف کا ہونا ہے اور دوستی صرف اللہ کی رضا کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ اپنی مفادات کے حصول کے لئے ۔ خدا کے محبوب بندے وہی ہیں جو خدا کے دین کی بنیاد پر باہم جڑتے ہیں ۔ اور کندھے سے کندھا اور دل ملا کر اس طرح خدا کے دین کی اقامت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار معلوم ہوتے ہیں۔

ارشادِ خداوندی ہے!

" حقیقت میں خدا کے محبوب وہ لوگ ہیں جو خدا کی راہ میں اس طرح پیر جما کر لڑتے ہیں گویا کہ یہ پلائی ہوئی دیوار ہیں ۔ " (الصف ۔ آیت ۴)

اور محبوبِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ آج میں ان کو اپنے سائے میں جگہ دوں گا۔ (مسلم)

اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو جو قابلِ رشک شان و شوکت حاصل ہو گی اس کا ذکر کرتے ہوئے راحتِ جاں ﷺ نے فرمایا۔

خدا کے بندوں میں کچھ ایسے سعادت مند ہیں جو نبی اور شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو ایسے مرتبوں پر سرفراز فرمائے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان کے مرتبوں پر رشک کریں گے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ کون خوش نصیب لوگ ہوں گے یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے محض خدا کے دین کی بنیاد پر محبت کرتے تھے۔ نہ یہ آپس میں رشتہ دار تھے اور نہ ان کے درمیان کوئی مالی لین دین کا تعلق تھا۔ خدا کی قسم روزِ قیامت ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے۔ اور جب سارے لوگ خوف سے کانپ رہے ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہو گا اور جب سارے لوگ غم میں مبتلا ہوں گے اس وقت انہیں کوئی غم نہ ہو گا اور آپ نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

"سنو! اللہ کے چاہنے والوں کے لیے نہ کسی بات کا کوئی خوف ہو گا اور نہ گزری ہوئی زندگی کے بارے میں کسی قسم کا غم۔"

یہی وہ لوگ ہوں گے جو آپس میں خدا کی خاطر محبت کرتے تھے اور

دوستی کے اٹوٹ رشتوں کو دین کی بنیاد پر استوار کرتے رہے ہوں گے۔

نیک لوگوں سے محبت ہی آخرت سے نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ۔ ایک شخص کسی نیک آدمی سے اس کی نیکی کی بنا پر محبت کرتا ہے۔ مگر خود اس شخص جیسے اچھے اعمال نہیں کرتا۔ ارشاد فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ آدمی قیامت کے روز اس کی معیت میں ہو گا جس سے وہ محبت کرے گا۔ (بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مجھ پر واجب ہے کہ میں ان لوگوں سے محبت کروں جو لوگ میری خاطر آپس میں محبت اور دوستی کرتے ہیں اور میرا ذکر کرنے کے لیے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور میری محبت کے سبب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور میری خوشنودی چاہنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں۔ (احمد۔ ترمذی)

ایک اور مقام پر محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب عرشِ الٰہی کے سوا کہیں سایہ نہ ہو گا اس روز سات قسم کے افراد عرشِ الٰہی کے سایے میں ہوں گے۔ ان میں ایک قسم کے افراد وہ دو آدمی ہوں گے جو محض خدا کے لئے ایک دوسرے کے دوست ہوں گے۔ خدا کی محبت نے

ہی ان کو باہم جوڑا ہو گا اور اسی بنا پر وہ ایک دوسرے سے جدا ہوں گے۔

ایک مضبوط اور مستحکم دوستی اسی وقت پنپ سکتی ہے جب دونوں طرف اعتماد اور اعتبار کی فضا برقرار ہو گی۔ دوستوں سے جتنی دوستی نبھانی ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ ان پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی دوستوں کی صحبت میں بے تکلف اور خوش مزاج رہنا بھی نہایت ضروری ہے ایسا نہ ہو کہ آپ کے دوست آپ سے اکتا جائیں بلکہ انہیں آپ سے مل کر شوق اور خوشی محسوس ہونی چاہیئے۔

حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میں نے محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔" (ترمذی)

حضرت جابر بن سمیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں سو مجلسوں سے بھی زیادہ میں بیٹھا ہوں۔ ان مجلسوں میں صحابہؓ انصار ہنستے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے تھے۔ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے بلکہ کبھی کبھی خود ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہو جایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

حضرت بکر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرامؓ کی بے تکلفی اور خوش طبعی کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ ہنسی اور تفریح کے طور پر ایک دوسرے کی طرف تربوز کے چھلکے پھینکا کرتے تھے۔ لیکن جب لڑنے اور مدافعت کرنے کا وقت آتا تھا تو اس میں ان کے شہسوار بھی صحابہ ہی ہوتے تھے۔

خشک مزاج اور مردہ دل نہ بنیئے، خوش طبع اور ہشاش بشاش رہیئے۔ لیکن اس بات کی احتیاط ضرور رکھیئے کہ آپ کی خوش طبعی اور ظرافت حد سے بڑھنے نہ پائے۔ خوش مزاجی اور تفریح کے ساتھ ساتھ دینی وقار حمیت و غیرت اور توازن و اعتدال کا بھی لحاظ رکھیئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک ہے دل کو آزاد بھی چھوڑ دیا کرو۔ خوش کن نکتے بھی سوچا کرو کیونکہ جسم کی طرح دل بھی بیمار پڑ جاتا ہے۔

مشہور محدث حضرت سفیان بن **عیینیہ** سے کسی نے کہا کہ خلائق بھی ایک حرفت ہے انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ سنت ہے۔ مگر اس شخص کے لیے جو اس کے مواقع جانتا ہو اور مذاق کر سکتا ہو۔ (ترمذی)

آپ جس شخص سے محبت کرتے ہوں اس سے اپنی محبت کا اظہار ضرور کیجئے۔ اس کا نفسیاتی اثر یہ ہو گا کہ اس کو بھی قربت کا احساس ہو گا۔ اور دونوں طرف کے جذبات و احساسات کے تبادلے سے محبت و خلوص میں غیر معمولی اضافہ ہو گا۔ اور پھر محبت محض ایک قلبی کیفیت نہیں رہے گی۔ بلکہ اس کے تقاضے عملی زندگی پر اثر انداز ہوں گے۔ اور اس طرح شخصی معاملات میں دلچسپی لینے اور زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے سے قریب ہونے کا موقع ملے گا۔

محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

جب کسی شخص کے دل میں اپنے بھائی کے لئے خلوص و محبت کے جذبات ہوں تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دوست کو بھی ان جذبات سے آگاہ کر

دے اور اسے بتا دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ (ابو داؤد)

دوستانہ تعلقات کو زیادہ سے زیادہ استوار اور نتیجہ خیز بنانے اور دوستوں سے قریب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آپ دوستوں کے شخصی اور ذاتی معاملات میں معروف حد تک دلچسپی لیں اور ان سے اپنے قرب، محبت اور خصوصی تعلق کا اظہار کریں۔

محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے

جب ایک آدمی دوسرے سے دوستی اور اخوت کا رشتہ جوڑے تو اس سے اس کا نام اس کے باپ کا نام اور اس کے خاندان کے حالات معلوم کرے کہ اس سے باہمی محبت کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔

(ترمذی)

محبت کے اظہار اور تعلقات کی نوعیت میں میانہ روی انتہائی ضروری ہے نہ تو ایسی سرد مہری کا مظاہرہ ہونا چاہیئے کہ آپ کی محبت اور تعلق مشکوک نظر آئے۔ اور نہ جوش محبت میں اتنا آگے بڑھنا چاہیئے کہ آپ کی محبت اور دوستی جنون کی شکل اختیار کر لے۔ اور خدا نخواستہ کسی وقت آپ کو پچھتانا پڑے۔ دوستی میں توازن اور اعتدال ناگزیر ہے۔ مستقل مزاجی کے ساتھ ایسی متوازن روش اختیار کیجئے جس کو آپ برابر نباہ سکیں۔

حضرت عبید کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ " میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے کہ اپنے دوست سے دوستی میں نرمی اور میانہ روی اختیار کرو ہو سکتا کہ وہ کسی وقت تمہارا دشمن بن جائے۔ اس طرح دشمن

سے دشمنی میں نرمی اور اعتدال کا رویہ اختیار کرو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی وقت تمہارا دوست بن جائے۔ (الادب المفرد)

دوستوں کے ساتھ وفاداری اور خیر خواہی کا سلوک اس مقدس رشتے کو مزید مستحکم بناتا ہے۔ دوست کے ساتھ سب سے بڑی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ اس کو اخلاقی اعتبار سے زیادہ سے زیادہ اونچا اٹھانے کی کوشش کریں اور اس کی دنیا بنانے سے زیادہ اس کی آخرت بنانے کی کوشش کریں۔ خیر خواہی کا اصل معیار یہ ہے کہ آپ اپنے دوست کے لیے بھی وہی پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہوں اس لئے کہ آدمی اپنا برا کبھی نہیں چاہتا۔

دوستوں کے دکھ درد میں شریک ہونا بھی اچھی اور معیاری دوستی کا ایک بہت بڑا وصف ہے۔ اسی طرح ان کی خوشیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لینے سے یہ رشتے مزید مضبوط ہوتے ہیں۔ ہر دوست اپنے **مخلصین** سے بجا طور پر یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ مصیبت میں اس کا ساتھ دیں گے اور وقت پڑنے پر اس کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح وہ یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اس کے دوست اس کی خوشیوں میں اضافہ کریں اور اس کی اجتماعی تقریبات کی زینت اور رونق بڑھائیں۔ دوستوں سے خوش دلی' نرم خوئی اور صدق و اخلاص سے ملیئے اور نہایت توجہ اور خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیجئے۔ لا پرواہی' بے نیازی اور روکھے پن سے پرہیز کیجئے یہ دلوں میں کدورت پیدا کرنے والی برائیاں ہیں۔ ملاقات کے وقت ہمیشہ مسرت اطمینان اور رشک و حمد کے کلمات کہئے۔

محبوبِ کریم ﷺ کا ارشاد ہے

"نیکیوں میں کسی نیکی کو حقیر نہ جانو چاہے وہ اتنی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔ (مسلم)

اور ایک موقع پر محبوبِ کریم ﷺ نے فرمایا اپنے بھائی کو دیکھ کر تمہارا مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔

(ترمذی)

نرم خوئی، خوش اخلاقی اور نرمی سے ہی دلوں میں الفت و محبت پیدا ہوتی ہے اور انہی صفات کی بدولت ایک اچھا اور صحت مند معاشرہ وجود میں آتا ہے اور آخر اشارہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک اپنے بھائی دوست کا حریت ہے۔ اور بھائی بھائی کے لئے اخلاص و محبت کا پیکر ہوتا ہے وفادار اور خیر خواہ ہوتا ہے۔ ہمدرد اور غمگسار ہوتا ہے۔ بھائی کو مصیبت میں دیکھ کر تڑپ اٹھتا ہے اور خوش دیکھ کر باغ باغ ہو جاتا ہے اس لیے بھائی اور دوست جو تنقید کرے گا۔ اس میں انتہائی دل سوزی اور غم خواری ہو گی۔ محبت اور خلوص ہو گا۔ بے پایاں درد مندی اور خیر خواہی ہو گی۔ اور لفظ لفظ جذبہ اصلاح کا آئینہ دار ہو گا۔ اور ایسی ہی تنقید سے دلوں کو جوڑنے اور زندگیوں کو بنانے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

مزید تفصیل ہماری کتاب اخلاق محبوب ﷺ اور اخلاق صالحین آداب محبتؒ ملاحظہ فرمائیں

عائلی جھگڑے اور کردار

بہت سی عادتیں ' اچھائی اور برائی کا احساس بچپن میں پیدا ہوتے ہیں یہ وہ صحیح مقام ہے جب ماں باپ بچوں کو آئندہ کے لئے اچھے کردار کا حامل بناتے ہیں ۔ اگر کسی وجہ سے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو اکیلی ماں کی کوشش سے بھی اچھے کردار کی تخلیق ہو سکتی ہے ۔ اکثر اوقات یتیم ہو جانے والے بچے کردار کے لحاظ سے دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں ۔ باپ کی کمی کو پورا کرتے ہوئے مائیں ایسے بچوں پر زیادہ محنت کرتی ہیں ۔

ماں کو اگر احساس نہ ہو یا وہ بچوں کی پرورش کے لئے محنت مشقت میں مصروف رہے تو توجہ اور نگہداشت سے محروم رہ جانے والے بچوں کی اکثریت یتیمی اور مجبوری کے احساس کی بنا پر زیادہ اچھے کردار والے ہوتے ہیں ۔ لیکن اسی گروہ کے بچوں میں آوارگی ' بد کرداری اور معاشرے کے خلاف رد عمل کے طور پر مجرمانہ ذہنیت پیدا ہونے کے امکانات بھی زیادہ ہوتے ہیں ۔

خاوند بیوی میں ناچاکی اگر مستقل حیثیت اختیار کر لے تو اسلام نے ان کو علیحدگی کی راہ بتائی ہے لیکن جائز ہونے کے باوجود یہ پسندیدہ عمل نہیں سمجھا جاتا اسلامی تعلیمات کی رو سے ناراض میاں بیوی کے درمیان صلح کروانا ایک نیک کام ہے ۔ بلکہ ان کے درمیان رنجش کو ختم کروانے کے سلسلہ میں اگر

ثالث کو جھوٹ بولنا پڑے تو وہ بھی جائز ہے۔ اسے دروغ مصلحت آمیز کا نام دیا گیا۔ ہندو اور عیسائی مذاہب میں طلاق کا کوئی تصور نہ تھا۔

بھارت میں ۲۰ سال پہلے تک طلاق کا کوئی تصور نہ تھا۔ انہوں نے ہندو کوڈ بل کے ذریعے طلاق کو قانونی حیثیت دی ہے۔ جبکہ عیسائیت میں نکاح کے خطبہ میں پادری آخری فقرہ یہ کہتا تھا۔

" میں اب تمہیں پاک نکاح کے ذریعہ شادی کے بندھن میں باندھتے ہوئے خاوند بیوی قرار دیتا ہوں۔ اب تمہیں اس بندھن سے صرف موت ہی جدا کر سکتی ہے۔"

اس لئے کلیسا طلاق کو کسی شکل اور مرحلہ میں قبول نہیں کرتا۔ لیکن معاشی مجبوریوں کی وجہ سے قانون نے طلاق رائج کی اور لوگ جی بھر کر طلاقیں لیتے ہیں۔ عیسائی مذہب کے مطابق اگر کوئی مرد اپنی بیوی سے طلاق لے کر دوسری شادی کرتا ہے یا اس کے برعکس کوئی عورت دوسرا بیاہ کرتی ہے تو وہ ہرگز شادی نہیں اور ایسے تمام جوڑے بدکاری کا ارتکاب کرتے ہیں

طلاق کے بعد میاں نے اپنی مرضی کا کوئی اور بندوبست کر لیا۔ بیوی کے لئے بھی نیا گھر مل جانے کے روشن امکانات موجود ہیں وہ دونوں تو بار بار خانہ آبادیاں کرتے رہنے کے قابل رہتے ہیں۔ لیکن ان کے بچوں کے لئے تربیت اور نگہداشت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی ایسے بچے اگر باپ کے گھر میں

رہیں تو وہ نئی نویلی بیوی کے شوق میں ان کو مناسب توجہ نہیں دے سکتا۔ اور اگر ماں کے پاس رہیں تو نیا باپ بیوی کی سابقہ اولاد کی شکل دیکھنے تک کا روادار نہیں ہوتا

ایسے اجڑے گھروں Broken Homes کے بچے کسی ہوسٹل میں رہیں یا کسی گھر میں۔ ان کی پرورش گلیوں بازاروں میں ہی ہوتی ہے۔ اوائل عمر سے ہی وہ جرائم کا راستہ دیکھ لیتے ہیں اور ان کا تمام تر کردار چوری، قتل و غارت اور بد چلنی کی اساس پر ترتیب پاتا ہے۔ زبور مقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام سے منقول ہے۔

اے میرے بیٹے! اپنے باپ کی تربیت پر کان لگا اور اپنی ماں کی تعلیم کو ترک نہ کر۔ کیونکہ وہ تیرے سر کے لئے زینت کا اور تیرے گلے کے لئے طوق ہوں گی۔ (امثال ۹ - ۸ . ۱)

زبور مقدس نے ماں باپ کو تربیت کے ماخذ اور کردار کو بنانے والے قرار دیا ہے اسلام نے اپنی عنایات کی شگر گزاری میں ماں باپ کا احترام خدمت اور اہمیت ضروری قرار دیئے ہیں۔

سائنسی پس منظر

اسلام ایک ترقی پسند فکری و فطری مذہب ہے عالمی سائنسی تحقیق ہر روز جس طرح اور جس رفتار سے ارتقاء کی منزلیں طے کر رہی ہے عالم انسانیت

اسی رفتار سے اسلام کی عظمت کا قائل ہو رہا ہے ۔ مگر اس میں مذہبی بنیاد پرستی و قدامت پرستی کا کچھ حصہ نہیں ۔ ایک بالغ عاقل مسلمان سے لے کر ایک عالم تک اور ایک عالم سے لے کر ایک روایتی مولوی تک ہر ایک اسلام کو ایک مکمل ضابطہ حیات قرار دینے پر متفق ہے ۔ اسلام کے بنیادی عقائد و احکامات سے متاثر ہو کر دنیا بھر کے متعد' و مفکرین نے عظمت اسلام پر فکر انگیزی کی ہے مگر مسلم معاشرہ خود عملاً اسلامی فکر عقائد و احکامات کے ثمرات سے محروم ہے جس کا سبب عام مسلمان کا اسلام کے فکری علم سے محروم رہنا ہے یہ ایک معاشرتی اسلوب بن چکا ہے کہ ہم اسلام کو مکمل ضابطہ اخلاق صرف قرار دینے پر متفق ہیں ۔ اس کا ترقی پسند ' سائنسی ' فکری و فطری ہونا صرف اس کے وقار کو بڑھانے کی حد تک قبول ہے جب کہ اس کے عملاً ایسا ہونے یا ایسا ہونے کی صورت اس کو اسی طرح اپنانے پر ہمیں کامل یقین نہیں ہے ۔

محبوبِ کریم ﷺ کی عملی زندگی کے آغاز سے ان کی وفات تک کا عرصہ اور اس دوران ان کے قول و فعل مع قرآنی آیات در اصل اسلام کی عملی صورت ہے جو زمانے کے لئے مشروط نہیں خدا پر یقین و ایمان سے لے کر زمین پر چلنے تک کے آداب بتا دیتا ایک تعلیم کی جامعیت کی دلیل ہے ۔ غرض انسانی زندگی کا کوئی تعلق ایسا نہیں جس پر بیان نہ ہو اس قدر مکمل علم کے بعد معاشرتی عدم توازن قریبًا ناممکن ہو جاتا ہے ۔ آج ہم اپنے روز مرہ

معمولات میں اپنے ارد گرد دیکھیں تو ایک عجیب و غریب شیطانی کیفیت کا مشاہدہ پاتے ہیں - پانچ بچوں کی ماں آشنا کے ساتھ فرار ہو گئی - باپ نے قابل اعتراض حالت میں دیکھ کر بیٹی اور اس آشنا کو موت کے گھاٹ اتار دیا - بیوی کو اس کے آشنا سمیت قتل کر دیا - بیوی نے آشنا کے ساتھ مل کر شوہر کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا وغیرہ وغیرہ سنجیدگی سے محسوس کیا جائے تو ساری بے راہ روی اسلامی فکر سے عدم دلچسپی کا نتیجہ ہے ورنہ اسلام نے جہاں ہر فعل پر واضح موقف عطاء کیا ہے وہاں اس نے کائنات کے وجود کے ان دونوں عوامل پر بھی ہر زاویہ سے مکمل رائے دی ہے قرآن کریم احادیثِ محبوبِ کریم ﷺ واقعاتِ دورِ نبوی و صحابہ کرام؆ کی روایات اس پر بھرپور راہنمائی کرتی ہیں آج دنیا بھر میں خواتین کا تناسب پچاس فیصد سے زائد ہونا تسلیم شدہ حقیقت ہے - جبکہ دنیا بھر میں حقوق انسانی و حقوق نسواں کی تحریکوں کا وجود نصف صدی سے زائد کا نہیں مگر ہر دو صنفوں کے درمیان توازن ' حقوق و فرائض کی تقسیم کا جامع حکم محسنِ انسانیت محبوبِ دو جہاں ﷺ کی طرف سے چودہ سو برس سے بھی زائدہ عرصہ قبل فرما دیا گیا تھا۔

ما اکرم النساء الا کریم ولا اھانھن الا لیئم

" شریف ہی عورتوں کی عزت کرتا اور سوائے کمینہ شخص کے ان کی تذلیل اور کوئی نہیں کرتا۔ "

یہ ہے اسلام میں تعظیم نسواں کا معیار۔

باپ بیٹی ' بھائی بہن یا اس مماثلت کے دیگر رشتے دراصل جنسی اعتبار سے مرد و عورت ہونے کے ناطے ان کی درمیان باہم ضمنی رشتے ہیں اسلام نے اسی فکری حقیقت پسندی کے باعث مرد اور عورت کے اصل رشتے کو قبول کیا ہے اور اس کا مفصل تذکرہ کیا ہے قرآن کریم میں ہے۔

" اور (اللہ تعالیٰ کے وجود) کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کی ہے۔

(الروم ۲۱)

ایک اور جگہ آتا ہے۔

ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھازو جھالیسکن الیھا

(اعراف ۔ ۱۸۹)

ترجمہ۔ وہی ہے جس نے تم کو تنِ واحد سے پیدا کیا اور اس کے لئے خود اس کی جنس سے ایک جوڑا بنایا تاکہ وہ اس کے پاس سکون حاصل کرے۔

(اعراف ۔ ۱۸۹)

جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ اسلام فطری ہی نہیں سائنسی و فکری مذہب بھی ہے۔ لہٰذا ایک فطری حقیقت کو تسلیم کرلینا ہی اس کے لئے کافی نہیں تھا اس نے احترام انسانیت کا عہد بھی کر رکھا تھا اس لئے ضروری تھا کہ فطری تقاضوں کے ساتھ فکری و سائنسی تحفظات بھی دیتا۔ لہٰذا باقاعدہ ایجاب و قبول اور نکاح کا حکم دیا گیا تاکہ مرد و عورت باقاعدہ علی الاعلان ایک دوسرے کے

ذمہ دار قرار پائیں اور حقوق و فرائض کے باقاعدہ معاہدے سے منسلک ہوں۔

قرآن کریم میں آتا ہے۔

" عورتیں جو حرام کی گئیں) ان کے سوا باقی سب عورتیں تم پر حلال کر دی گئیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لئے نہیں بلکہ قیدِ نکاح میں لانے کے لئے اگر تم اپنے اموال کے بدلے میں ان کو حاصل کرنا چاہو۔

(النساء ۔ ۲۴)

جہاں نکاح کا معاشرتی پہلو یہ ہے کہ مرد و عورت فطری خواہشات کے لئے بد نام یا بے عزت ہونے سے بچ جاتے ہیں وہاں اس عمل کا معاشی پہلو یہ ہے کہ ان میں سے کمزور معاشی تحفظ والے کو دوسرے سے اخلاقی مدد حاصل ہو جاتی ہے۔ جبکہ سائنسی طبی تحفظ کے طور پر فطری تعلق کے اس طرح محدود ہونے کے باعث افراد اس تعلق کے نتیجہ میں بعض ممکنہ امراض سے بالعموم محفوظ رہتے ہیں یا کم از کم محدود علاج سے جلد صحت یاب ہو سکتے ہیں

اسلام حقیقتاً ایک وسیع الخیال مذہب ہے۔

ھن لباس لکم وانتم لباس لھن

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

(بقرہ ۔ ۱۸۷)

کہہ کر اس نے اپنے اپنے دائرے میں حقوق و فرائض کی ذمہ داریوں کے عدم توازن کو در اصل مساوی قرار دے دیا ہے تاکہ معمولی معمولی ذمہ داریوں کی تقسیم کسی مباحثہ کا باعث نہ ہو بلکہ دونوں کو یہ احساس رہے کہ وہ ایک

دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔

اسلام میں پردہ کو جس طرح بطور ایک بنیادی علامت سمجھا جاتا ہے اس میں رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے قبل عورت و مرد کو جس طرح دیکھنے کی محبوبِ کریم ﷺ نے بطور خاص اجازت فرمائی اس سے بھی اسلام کی وسیع الخیالی کا تاثر مزید طاقتور ہوتا ہے۔

فرمانِ محبوب ﷺ ہے

اذ خطب احد کم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی ماید عوہ الی نکاحھا فلیفعل

(ابو داؤد)

جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکاں اسے دیکھ لینا چاہیئے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو عورت سے نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔

(ابو داؤد)

مرد اور عورت کے درمیان زوجیتی تعلقات معاشرتی تخلیق کی بنیادی کڑی ہیں مرد و عورت کے متوازن تعلق سے نہ صرف گھر، کنبہ و خاندان کے احوال پر اثر پڑتا ہے بلکہ یہ تعلقات کئی اعتبار سے نسلوں کو منتقل ہوتے ہیں میاں بیوی کے درمیان عدم اعتماد بعض اوقات اندوہناک انجام کا باعث بنتا ہے تو بعض اوقات یہی تعلقات باہم دو خاندانوں کے درمیان آگہی کا سبب بنتے ہیں انہی دونوں کے بہتر تعلقات نہ صرف متوازن بچوں کی تخلیق کا باعث بنتے

ہیں بلکہ یہی بہتر تعلقات صحت مند قوم کی ح میر کرتے ہیں۔

الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللّٰہ بعضھم علی بعض و بما انفقوا من اموالھم فالصلحت قنتت حفظت للغیب بما حفظ اللّٰہ

" مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس بنا پر کہ وہ اپنے اموال خرچ کرتے ہیں پس جو نیک عورتیں ہیں وہ شوہروں کی اطاعت کرنے والی اور ان کی غیر موجودگی میں بتوفیق الٰہی ان کے حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔ "

مگر ذمہ داری کے اس احساس کا بوجھ تنہا عورت ہی پر نہیں اس توازن کے لئے مردوں کے لئے بھی کئی احکامات ہیں۔

و عاشر و ھن بالمعروف (النسا۔ ١٩٠)

اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

(النساء۔ ١٩)

اسی طرح ایک دوسری جگہ حکم ہے۔

و عاشر و ھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھو شیئا و یجعل اللّٰہ فیہِ خیرًا کثیرًا

(النساء ١٩٠)

ان کے ساتھ اچھے سلوک سے رہو۔ اگر وہ تم کو ناپسند بھی ہوں تو ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دے

(النساء۔ ۱۹)

تعلق میں توازن حقوق و فرائض کے احساس در گذر کے بعد بھی اگر تعلقات کے معمولات ممکن نہ ہوں تب بھی اسلام نے نہایت باوقار طریقے سے علیحدگی کی شرائط کا تعین کیا ہے بد قسمتی سے معاشرے میں مردانہ بالا دستی کے جنون نے ایک سے زیادہ شادی کی گنجائش اور عورتوں پر تہمت کی جو صورت پیدا کر دی ہے وہ قطعی نہ صرف اسلامی تعلیم کے مطابق نہیں۔ بلکہ صریحاً بر خلاف ہے۔ اسلام نے چودہ سو برس پہلے ہی اس بد فطرتی کے سدباب کے لئے واضح احکامات دیئے تھے تاکہ معاشرہ بد عادات کا شکار نہ ہو اور کمزور صنف کو انتہائی تحفظ حاصل رہے۔ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے۔

ان اللّٰہ لا یحب الذواقین و الذواقات

" اللہ مزے چکھنے والوں اور مزے چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا۔ "

لعن اللّٰہ کل زواق مطلاق

" ہر طالب لذت بکثرت طلاق دینے والے پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ "

جبکہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ

(النساء ۳۰)

" پھر اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی رکھو۔ "

(النساء۔ ۳)

فلا تمیلوا کل المیلِ فتذروھا کالمعلقة

(النساء)

"پس ایک ہی بیوی کی طرف پوری طرح نہ جھک پڑو کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو۔" (النساء)

یہ بعض حالات میں اسلامی احساس ذمہ داری کی ایک مثالی کیفیت ہے۔ اسی طرح نقد مہر کو بھی عورت کا حق فائق کر کے اسی کو تحفظ دیا گیا ہے تاکہ مرد کسی مرحلہ پر کسی وجہ سے اگر اسے چھوڑنا بھی چاہے تو اس کے لئے اس کو کچھ مالی مفاد حاصل رہے۔

وکیف تاخذونہ و قد افضیٰ بعضکم الی بعض

(النساء ۲۱)

"اور تم اپنا دیا ہوا مہران سے کیسے چھین لوگے جبکہ تم ایک دوسرے سے لطف اندوز ہو چکے۔" (النساء ۲۱)

اور سورۃ بقرہ۔ ۲۳۷ میں تو یہاں تک ہے کہ اگر تم نے مقرر ہو چکنے کے بعد ان کو طلاق دی ہو خواہ انہیں چھوا بھی نہ ہو اس صورت میں بھی مقرر شدہ مہر کا نصف دینا ہو گا۔

النساء کی آیت ۲۱ میں ہے۔

و اتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئاً

"اور اگر تم نے ان کو مہر میں ڈھیر سا مال بھی دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔"

مہر کے موقف پر اسلامی رویہ اس قدر سخت ہے کہ اس حدیث مبارکہ کے مطابق تو مہرادا نہ کرنے کی نیت رکھنے والا مرد بھی زانی ہے۔

والتی تخافون نشو زھن فعظو ھن و اھجرو ھن فی المضاجع و اضربو ھن فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلاً (النساء ۳۴)

کہہ کر تو قرآن مرد کو ہر قسم کے تشدد سے ہی روک دیتا ہے۔ خواہ یہ ہاتھ سے ہو یا زبان سے۔

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ علیحدگی پر مرد کی اجارہ داری ہے۔ حالانکہ اسلام نے مرد کے طلاق کی شرائط کی طرح عورت کو بھی علیحدگی کا حق دیا ہے اسی طرح احادیث مبارکہ۔

الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تساخن فی نفسھا

شوہر دیدہ عورت اپنے ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کے معاملے میں فیصلہ کرنے کا حق رکھتی ہے اور باکرہ سے اس کے نفس کے معاملہ میں اذن لیا جائے۔

(مسلم ۔ ابو داؤد ۔ ترمذی ۔ نسائی ۔ موطا ۔)

غرض اس نفس مضمون پر اس مختصر احاطہ کو ہی دیکھا جائے تو اس بات میں شک نہیں رہتا کہ اسلام نے نہایت ذمہ داری اور فطری تقاضوں کے عین مطابق زندگی کے حساس سے حساس معاملات پر اظہار رائے کی ہے۔ اس ضمن میں محبوبِ دو جہاں ﷺ کی ذاتی زندگی اور ازواجِ مطہرات سے ان کا سلوک ہمارے لئے نمونہ ہے۔ محبوبِ کریم ﷺ کی زندگی کا یہی

مثالی پہلو تھا کہ وہ عملی زندگی کے نمونے کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ محبوبِ کریم ﷺ کی ازواج نہ صرف عمر' مالی حیثیت ' شخصی پہلوں میں ایک دوسرے سے مختلف تھیں بلکہ ان کے درمیان سماجی حیثیت کا بھی فرق تھا ان میں بیوہ بھی تھیں اور مطلقہ بھی۔ مگر سلوک کے توازن میں کسی کو تازندگی شکایت کا موقع نہ دیا۔

لہٰذا آج ہم جن روز مرہ واقعات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ان میں دیکھا جائے تو اسلامی فکر ہی کا فقدان ہے ورنہ اسلامی اکثریتی معاشرے میں ان واقعات کی گنجائش ہی نہیں۔ جب کہ ہر پہلو پر کسی انتہائی صورت سے پہلے آسان انداز موجود ہیں۔ چونکہ متزکرہ زیادہ تر واقعات کے اسباب اکثر و پیشتر پسند و ناپسند زیادتی ہی ہو سکتے ہیں۔ جبکہ محبوبِ کریم ﷺ پیغمبر کے حکم کے مطابق ہمیں اپنی بیویوں پر تہمت لگانے کی یوں بھی ممانعت ہے۔ سو آج اس قوم کی حالت اس قوم کی سی ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔

الم ترالی الذین یزعمون انھم آمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروابہ

(اے محبوب) کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں اس ہدایت پر ایمان لانے کا جو تم پر اور تم سے پہلے کے انبیاء پر اتاری گئی ہے اور پھر چاہتے ہیں کہ اپنے معاملہ کا فیصلہ طاغوت سے کرائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ طاغوت سے کفر کریں۔ (یعنی اسے تسلیم نہ کریں)

اخلاقی برائیاں

انسان کا وہ طرزِ عمل جو دوسروں کے سامنے پیش کرتا ہے کردار کہلاتا ہے اور انسانی کردار مختلف عادات کا مجموعہ ہے۔ جس میں ہر طرح کے پہلو شامل ہیں - یہ اچھے بھی ہو سکتے ہیں اور برے بھی اچھا برا کردار ایک دن میں تشکیل نہیں پاتا بلکہ اس کی تعمیر میں ایک طویل عرصہ اور انسان کا ادراک شامل ہوتا ہے انسان جو (تاثرات) اردگرد کے لوگوں سے وصول کرتا ہے اور پھر اس تجربے کو اپنی ذات کا حصہ بناتا ہے۔ اس کے بعد کردار کے اظہار کا مرحلہ آتا ہے۔ یعنی ایک کردار جس کا ایک انسان اظہار کرتا ہے اس بات کا آئینہ دار ہوتا ہے کہ فرد کو کن حالات کا سامنا ہے اور کس طرح کی سوچ اور فکر کا مالک ہے۔ یہ تمام چیزیں اس کے اردگرد کے حالات اور صورتحال کی عکاسی کرتی ہیں۔ کرداریت پسند ماہرین نفسیات کا خیال ہے فرد کا کردار اس کی سوچ اور ماحول جو اسے میسر ہے۔ اس کا عکس ہوتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر فرد میں ماحول سے مطابقت پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات یا تو یہ صلاحیت بہت کم ہوتی ہے - یا پھر فرد اپنی اس صلاحیت کے صحیح استعمال سے واقف نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے وہ عدم

مطابقت کا شکار ہوتا ہے اور یہ غلط عادات اپنا لیتا ہے جو کہ آگے چل کر اخلاقی برائیوں کی وجہ بنتی ہیں۔

مگر اسلام کے نقطہ نظر کے مطابق انسان وقت اخلاقی پستی کا شکار ہوتا ہے جب وہ اپنے مذہب اور دین کو فراموش کر دیتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے کیونکہ اسلام کا کمال یہ ہے کہ وہ مکمل طور پر انسانی کردار کی اصلاح کرتا ہے اور فرد کو معاشرے کا ایک فعال اور مفید رکن بنانے کے لئے ایک مثبت کردار کی تشکیل میں ہر طرح سے انسان کو راہنمائی فراہم کرتا اور ساتھ ہی ساتھ ان اخلاقی برائیوں کی بھی نشان دہی کرتا ہے جو کردار میں بگاڑ کا باعث ہوتی ہے۔

تکبر

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے ہمیشہ قلبی جلن میں مبتلا رہتا ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور دوسروں کو حقیر جاننے سے معاشرے میں بہت سے مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ متکبر شخص، قلبی، تکالیف کی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے تکبر اور عظمت کے اظہار سے منع فرمایا ہے۔ اور یہی وہ مرض ہے جس کی وجہ سے شیطان راندہ درگاہ ہوا

ارشادِ الٰہی ہے۔

" پھر اس حالت سے اتر جا۔ تیرے لیے یہ زمین نہیں کہ تو تکبر کرے سو نکل جا تو ذلیل ہونے والوں میں سے ہے۔ "

(اعراف)

محبوبِ کریم ﷺ اس طرح فرماتے ہیں کہ

" غرور نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہیں جس طرح آگ سوکھی لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ "

محبوبِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔

" وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ "

(ابو داؤد)

دوزخ اور جنت میں باہم دلیل بازی ہوئی دوزخ نے کہا مجھ میں جبار اور متکبر لوگ داخل ہوتے ہیں اور جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ۔

(مسلم۔ صفات المنافقین)

ایک اور جگہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ راحتِ جاں ﷺ نے فرمایا۔

" جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو پہنو بشرطیکہ تمہارے اندر تکبر اور اسراف نہ ہو۔ (بخاری)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

محبوبِ دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے۔
وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہو گا جنت میں داخل نہ ہو سکے گا اس پر ایک آدمی نے پوچھا۔
" آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں تو کیا یہ تکبر میں داخل ہے اور کیا ذوق رکھنے والا جنت سے محروم رہے گا)
آپ نے فرمایا۔" (نہیں یہ تکبر نہیں ہے) اللہ پاکیزہ ہے اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ "(مسلم)
" تکبر کے معنی ہیں اللہ کی حق بندگی کو ادا نہ کرنا اور اس کے بندوں کو حقیر گردانتا۔ "

جہاں اسلام اپنے ماننے والوں کو نمودو نمائش سے روکتا ہے ساتھ ہی ساتھ وہ اس بات کی بھی اجازت دیتا ہے کہ اچھی اور خوبصورت چیزوں کو ضرور اپنے لیے پسند کرو اگر تم اس کی حیثیت رکھتے ہو مگر اس میں دکھاوے کا عنصر نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور اعلیٰ تصور کرتا ہے اور دوسرے لوگوں کو اپنے سے حقیر قرار دیتا ہے یہی وہ فلسفہ ہے جس کے تحت اسلام روز مرہ زندگی میں نمودو نائش سے روکتا ہے۔ اور سادگی کا سبق دیتا ہے۔ کیونکہ اس طرح انسان متکبر ہو جاتا ہے اور دوسرے انسانوں کو اپنے سے ادنیٰ خیال کرتا ہے اس طرح اسلام کا برابری اور مساوات کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس عمل سے بغض رکھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

"متکبر آدمی جنت میں داخل نہ ہو گا اور نہ وہ جو جھوٹی شیخی بگھارتا ہے۔

(ابو داؤد)

اس حدیث میں "جواظ" اور جعظری" کے الفاظ آئے ہیں۔ اصل معنی ہیں متکبر، متکبرانہ چال چلنے والا، بد معاش، بد کار مال کو جمع کرنے والا کیونکہ جب انسان کو اپنے تئیں خود کو دوسروں سے کسی طور بہتر خیال کرتا ہے اور یہ احساس اس میں دوسروں کے بارے میں حقارت اور کمتری کے جذبات پیدا کر دیتا ہے اور اس وجہ سے وہ دوسرے انسانوں کو انسان نہیں گردانتا اور خدا کی زمین پر ایسے اکڑ کر اور اترا کر چلتا ہے جیسے کہ وہ اس زمین اور مٹی کو اپنے پاؤں سے روندتا ہوا اس دنیا کی ہر چیز کو اپنے جوتے کی ٹھوکر پر رکھتا ہوا چل رہا ہے۔ انسان اس وقت یہ بھول جاتا ہے کہ آخر اسے اسی مٹی کے نیچے جانا ہے۔ جب یہی زمین اس کی آخری آرام گاہ بننے والی ہے تو پھر کس پر اتنے اتراتے ہو۔

جب کوئی دوسرے پر زیادتی کرتا ہے اس سے لڑائی جھگڑا کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس نے اپنی تعلیمات کو فراموش کر دیا ہے اور وہ انسانیت کے جذبہ سے عاری ہو چکا ہے اور خدا کی مخلوق سے اسی کی دی ہوئی طاقت کے بل بوتے پر زیادتی کرتا ہے۔ ان کو اذیت پہنچاتا ہے اور ان کے لیے دکھ

اور تکلیف کا باعث بنتا ہے۔

جب کوئی فرد کوئی برائی کرتا ہے یا کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا اس طرح اس نے خدا کی موجودگی کے احساس کو فراموش کردیا اور سمجھتا ہے کہ اب تمام طاقت میرے ہاتھ میں ہے اور اگر میں کوئی گناہ یا برائی کرتا ہوں تو کون مجھے پوچھنے اور سزا دینے والا ہے اور جب سوچ کی اس حد کو چھو لیتا ہے تو پھر وہ اپنے کیے پر شرمندہ ہونے کی بجائے فخریہ انداز میں اسے بیان کرتا اور خوش ہوتا ہے اسی طرح جب انسان کے پاس دولت اور مال اس کی ضروریات سے بڑھ کر آ جائے تو وہ خدا کی دی ہوئی اس نعمت کو خدائی مخلوق کی بھلائی کے لیے استعمال کرنے کی بجائے ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اور اس دولت کو وہ لوگوں کو اپنا غلام بنانے اور ان کو اذیت دینے کے لیے استعمال کرتا ہے

اور یہ صورت حال اس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان دولت کے نشہ میں انسانیت کے درجہ سے گر کر متکبرانہ رویہ اختیار کرتا ہے اسی طرح جب کوئی فرد کسی دوسرے کی بات اس کی غیر موجودگی میں کسی تیسرے آدمی سے کرتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ ایسا کرنا اسی کے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ انسان کس طرح کی خصلت کا مالک ہے اور اس طرح کا انسان کسی کا دوست اور مخلص نہیں ہو سکتا اور کسی کا راز دار بننے کے قابل بھی نہیں۔ اور انسان سے یہ عمل بھی اس وقت سرزد ہوتا

ہے جب دوسروں کو اپنے سے حقیر خیال کرتا ہے اور اپنے آپ کو کوئی سپر چیز خیال کرتا ہے جس سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوتی اور وہ ایک سچا، کھرا اور پاک باز انسان ہے اور یہ احساس اس میں یہ غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے کہ وہ دوسروں سے اعلیٰ کردار اور اخلاق کا مالک ہے۔ اور وہ اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ جو چاہے دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرے۔ اور جو دل میں آئے وہ ان کے پیچھے سے ان کے نام منسوب کرے۔ اور دوسروں کو اپنی برتری کا احساس دلانے کے لیے مختلف منفی طریقے اختیار کرتا ہے۔ اور یہ تمام احساس کمتری کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جب انسان احساس کمتری کا شکار ہوتا ہے تو وہ اپنے اس احساس کو ختم کرنے کے لیے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنا اور اپنے آپ کو مطمئن کرنا بھی اس کا ایک طریقہ ہے جس میں فرد اپنے کردار کی برائیوں کو دوسروں کے حوالے سے بیان کرتا ہے اور اس طرح سکون محسوس کرتا ہے

اسی طرح بعض اوقات فرد اتنا امیر اور دولت مند نہیں ہوتا اور نہ ہی اتنا اثر و رسوخ والا ہوتا ہے مگر وہ دوسروں کے سامنے شیخی بگھارتا ہے

یہ عمل صرف دولت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ زہد و تقویٰ اور علمی دنیا میں بھی متکبر اور جھوٹی شیخی بگھارنے والے پائے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ۔

کبریائی اور عظمت دو ایسی صفات ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں اور کوئی شخص مجازی طور پر بھی ان صفات میں شریک نہیں ہو سکتا۔ رحمت ' غفوریت ' رحمانیت ' ربوبیت ' قہاریت و دیگر صفات خداوندی ایسی ہیں کہ انسان مجازی طور پر بھی نہیں کر سکتا۔

یعنی اس حدیث پاک میں محبوبِ دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے کہ

" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہہ بند ہے ۔ پس جو لوگ ان دونوں میں سے ایک کو مجھ سے چھینتے ہیں ' انھیں آگ میں داخل کرے گا اور ایک اور روایت میں ہے میں اسے آگ میں پھینکوں گا۔ "

صفت کبریائی کو رداء (چادر) سے تشبیہ دی ہے اور عظمت کو ازراہ (تہہ بند) سے کیوں کہ دونوں کپڑے جسم کو ڈھانپتے ہیں یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کو اندر لیئے ہوئے ہیں ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ہر صفت کبریائی اور عظمت ظاہر کرتی ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کا اظہار ہوتا ہے تو رحمانیت کے اظہار کے ساتھ خدا کی کبریائی کا اظہار بھی ہو گا۔ اسی طرح جب خدا کی دیگر صفات کا اظہار ہوتا ہے تو اس کے ساتھ خدا کی ان دونوں صفات کبریائی اور عظمت کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اس حدیث کے آخر میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص مجازی طور پر بھی ان دونوں صفات میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا یعنی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو متکبر اور عظیم سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے تکبر کی وجہ سے آگ میں ڈالے گا۔ متکبر شخص

کا آگ میں ڈالا جانا صرف یوم قیامت کو ہی وقوع میں نہیں آئے گا بلکہ وہ اس دنیا میں بھی مصائب تکالیف کی آگ میں ڈالا جاتا رہے گا۔ اور اس کی زندگی اس کے لئے اجیرن ہو جائے گی۔

کیونکہ جب کوئی شخص اپنے آپ کو دوسروں سے عظیم اور اعلیٰ تصور کرتا ہے تو وہ دوسروں کی کامیابی پر جلن اور تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس طرح ہروقت قلبی بے چینی اور تناؤ کا شکار رہتا ہے اور اپنی ہی لگائی ہوئی قلبی آگ میں جلتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس مسلسل تکلیف سے چھٹکارا حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ذکر الٰہی کرتا رہے کیونکہ ذکر الٰہی سے انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت طاری ہو جاتی ہے اور اس طرح انسان کے دل سے تکبر اور جوٹی شیخی کا مرض ختم ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جس دل میں عظمت الٰہی مستولی ہو گی وہاں تکبر پیدا نہیں ہو گا ۔ تکبر اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے اور جب اس کے دل میں دوسروں کی خدمت کا جذبہ ہو گا تو تکبر خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

غصہ

ناکامی کی صورت میں انسان غصہ کرتا ہے۔ جب ہمارے کسی کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے یا کوئی ہماری آزادی پر حرف گیری کرتا ہے تو ہم غصہ کرتے ہیں اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات

ہم اس پر حملہ کر دیتے ہیں ۔ جب بچہ چھوٹا ہوتا ہے تو اس کو پریشان کیا جائے چھیڑا جائے یا اس کے کام میں یا کھیلوں میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کی جائے تو وہ غصہ کرنے لگتا ہے ۔ اس کے اظہار کے مختلف طریقے استعمال کرتا ہے ۔ عمر کے ساتھ ساتھ غصہ کے اظہار میں بھی فرق آ جاتا ہے ۔ بعض حالتوں میں ہم غصے کی حالت میں خاموش ہو جاتے ہیں ۔ بعض اپنے چہرے کے اتار چڑھاؤ سے غصے کا اظہار کرتے ہیں اس دوران جوابی عمل میں ایک ضابطگی آ جاتی ہے ۔ غیر ضروری حرکات سے پرہیز کیا جاتا ہے ۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ غصہ کی حالت میں ہم اپنے سے کمزور کو تو فوراً پیٹ دیتے ہیں مگر اپنے سے طاقت ور کے سامنے خاموش ہو جاتے ہیں ۔ بڑے ہونے پر غصے میں نرمی ہمارے کردار کی ایسی خصوصیت ہے ۔ اکثر لوگ غصے کی حالت میں بے قابو ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں ایسا کام کر جاتے ہیں کہ جس پر بعد میں پچھتانا پڑے ۔ اگر معاشرتی زندگی میں استبداد سے دیا جائے تو اس کے نتائج بڑے تباہ کن ہوتے ہیں ۔

غصے سے ایک نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ جب غصہ دلانے والی شے یا حالت پر قابو نہ پایا جا سکے تو اس کا بدلہ دوسری شے سے لیا جاتا ہے جیسے معاشرے میں بڑے گروہ چھوٹے گروہ پر ظلم و تشدد کرنے لگتے ہیں ۔

چونکہ اس اشتعال سے ظلم و تعدی کے راستے کھلتے ہیں اس وجہ سے قرآن اور حدیث نے جذبات پر قابو رکھنے کی تعلیم دی ہے ۔

قرآن مجید میں آتا ہے

والکاظمین الغیظ (العمران ۳. ۱۳۴)

"یعنی سچے مسلمان وہ ہیں جو غصے کو دبا جاتے ہیں ۔ "

دوسری جگہ آتا ہے ۔

و اذا ما غضبواھم یغفرون (شوری ۴۲ . ۳۷)

" اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں "

معلمِ اخلاق ﷺ کا ارشاد ہے

" پہلوان وہ نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کو دبا جاتا ہے ۔ "

اس سے مراد یہ ہے کہ تحمل اور بردباری ایک بلند پا صفت ہے ۔ جو لوگ اس صفت سے متصف ہوتے ہیں وہ خدا کو بہت پیارے ہوتے ہیں حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ارشاد الٰہی ہے ۔

انہ کان حلیمًا غفورًا (اسرائیل ۱۷. ۴۴)

" بے شک وہ (اللہ) بے حد بردبار اور بخشنے والا ہے ۔ "

(اسرائیل)

ایک آدمی نے محبوبِ دو جہاں ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو ۔ اس کو یہ معمولی بات معلوم ہوئی تو اس نے دو بارہ سہ بارہ عرض کیا ۔ آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ " غصہ نہ کیا کرو " ۔ (بخاری ' ابو ہریرہ)

" ایک دفعہ محبوبِ کریم ﷺ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ

تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جنہیں خدا اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں ایک برد باری دوسری آہستگی۔" (ترمذی)

پہچان اور غضب کے وقت ضبط نفس سے کام لینے کا نام حلم اور برد باری ہے۔

محبوبِ دو جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص قدرت کے باوجود معاف کر دے اور غصے کو دبا دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر انعام کا مستحق ٹھہرائے گا۔

(ترمذی)

ایک اور جگہ فرمایا "غصہ ایمان کو ایسے بگاڑتا ہے جیسے ایلوا شہد کو"

جہاں اسلام میں انسانی کردار کی اصلاح اور فائدہ کے دوسرے طریقہ کو واضح کیا ہے وہاں اسلام نے انسان کے کردار کو سنوارنے اور بہتر بنانے کے طریقے بھی بیان کیۓ ہیں جہاں ہمیں غصہ کی وجوہات اور نقصانات سے آگاہ کیا گیا ہے۔ وہاں پر اس کے علاج اور بچاؤ کے طریقے بھی بیان کیۓ ہیں۔

راحتِ جاں ﷺ کا ارشاد ہے۔

"غصہ شیطانی اثر کا نتیجہ ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ صرف پانی سے بجھتی ہے"۔ (ابو داؤد)

دوسری جگہ راحتِ دو جہاں ﷺ کا ارشاد ہے۔

"جب تم میں کسی کو کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آئے تو بیٹھ جائے۔ اس تدبیر سے غصہ چلا گیا تو فبہا، ورنہ لیٹ جائے۔" (مشکوۃ)

اس حدیث پاک میں اور اس سے پہلے والی حدیث میں غصہ کو ختم کرنے کی جو تدبیریں محبوبِ کریم ﷺ نے بتائی ہیں ۔ تجربہ ان کے صحت پر گواہ ہے ۔

پھر ایک جگہ ارشاد ہے کہ ۔

" (جو خلاف حق بولنے سے) اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا ۔ اور جو خدا سے معافی مانگے گا خدا اس کو معاف کر دے گا ۔ "

غرض یہ کہ اسلام مکمل طور پر انسانی کردار کی تعمیر کے لیے انسان کے ہر فعل کی تعمیر اور بہتری کے طریقہ وضع کر کے اس کو غلطیوں سے پاک کرنے کی ہر ممکن رہنمائی کرتا ہے ۔

اخلاق اور کردار

انسان اپنی روز مرہ زندگی میں جس قسم کا کردار ادا کرتا ہے ۔ اس کی بنیاد اس کے رویے پر ہوتی ہے ۔ جو وہ لوگوں سے روا رکھتا ہے انہی رویوں کی بنیاد پر وہ اپنے ارد گرد کے لوگوں میں اچھے یا برے نام سے مشہور ہو جاتا ہے ہر انسان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں میں زیادہ سے زیادہ جانا جائے ۔ اور لوگ اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں ۔ اور ہر ایک پر اپنے اخلاق کا جادو کر دے اور لوگ اس کے پیچھے دیوانہ وار پھریں ۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے انسان مختلف حربے استعمال کرتا ہے اور لوگوں کو

متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اپنی اصل شخصیت پر تہہ چڑھا لیتا ہے۔ ایک بناوٹی انداز اختیار کرتا ہے جس کو وہ اخلاق کا نام دیتا ہے۔ مگر وہ اپنی شخصیت کے اس خول کو زیادہ دیر قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی موقعہ پر اس کی اصل شخصیت کا رنگ ہزار کوششوں کے باوجود لوگوں کو دکھائی دے جاتا ہے۔ جو کہ اس کی اس شخصیت سے بالکل متضاد ہوتا ہے۔

مگر ایک کردار ایسا بھی ہوتا ہے۔ جس میں بناوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ حقیقت میں اتنا اعلیٰ ہوتا ہے کہ دوسروں کو متاثر کر سکے۔ مگر اس بات کا اندازہ کیسے لگایا جائے کہ کسی انسان کا اخلاق واقعی اتنا اچھا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے رحمت اور سکون کا سبب بنتا ہے

ایسے شخص کو غصہ کی حالت میں یا ہیجانی حالت میں دیکھا جائے تو اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ آیا کسی کا اخلاق واقعی شاندار ہے۔ کیونکہ یہ انسان کی ایک ایسی حالت ہوتی ہے کہ جس میں انسان اپنی ذات کے ملمع کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اور جو کچھ وہ اصل میں ہوتا ہے کھل کر سامنے آ جاتا ہے اس حالت میں وہ جو رویہ اختیار کرتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی کوئی بناوٹ یا پوز (Pose) نہیں ہوتا۔

بلکہ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے۔ جس میں انسان اپنی تمام تر خوبیوں اور خامیوں کے ساتھ ہمارے سامنے ہوتا ہے۔ اگر وہ واقعی اتنا اچھا ہے تو وہ نہ صرف اپنے لئے بلکہ دوسرے لوگوں اور معاشرے کے لئے مفید ہوتا ہے۔ اسلام نے بھی اپنی بنیادی کی تعلیمات میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے

اور انسان کی سعادت کو ان پر موقوف بتلایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی اخلاق حسنہ اختیار کرے اور برے اخلاق سے اپنی حفاظت کرے۔ کیونکہ حسن خلق میں وہ تمام اعمال شامل ہیں جن کے ذریعے انسان کوشش کرتا ہے کہ اس کے بھائیوں کو فائدہ پہنچے۔ اور معاشرہ صحیح خطوط ترقی کرے۔ قرآن مجید نے بیشمار مقامات پر ایمان اور عمل صالح کو اکٹھا بیان کیا۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے

"جو اللہ اور آخری دن پر ایمان لائیں اور نیک کام بجالائیں۔ پس ان کے لئے ان کے رب کے پاس اجر ہے۔ ان کو نہ کوئی خوف لاحق ہو گا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" (البقرہ)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اعمال صالح لازم ملزوم ہیں۔

قرآن میں جہاں جہاں بھی عبادات کو بجالانے کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ان عبادات کی غرض و غایت ہی اخلاق بیان فرمائی ہے نماز کا فائدہ یہ بیان فرمایا کہ یہ برائیوں سے روکتی ہے روزہ تقویٰ کی تعلیم دیتا ہے اور زکوۃ کا مقصد بنی نوع انسان سے شفقت اور ہمدردی کرنا ہے۔ اور حج کے بے شمار مقاصد میں ایک مقصد اپنے سرکش نفس پر قابو پالینا ہے۔

قرآنِ کریم نے محبوبِ دو جہاں ﷺ کی بعثت کی غرض بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔

"اور اللہ وہ ذات ہے۔ جس نے لوگوں میں اپنا محبوب بھیجا۔ جو انہی میں سے ہے۔ وہ ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے۔ اور ان کو

گناہوں کے میل سے پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔"

(سورۃ جمعہ ٦٢)

اور قرآن میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے۔ اور اس تزکیہ میں اخلاق کی اصلاح اور درستی کی خاص اہمیت ہے۔

محبوبِ کریم ﷺ نے اپنے بعثت کے بارے میں ارشار فرمایا ہیں کہ۔

"میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں"

-کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۵)

یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد لوگوں کی اخلاقی اصلاح بھی تھا۔ کیونکہ انسان کی زندگی اور اس کے نتائج میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر انسان کے اخلاق اچھے ہونگے تو نہ صرف اسی کی اپنی زندگی قلبی سکون اور خوشگواری کے ساتھ گذرے گی۔ بلکہ دوسروں کے لئے بھی اس کا وجود رحمت اور چین کا سامان ہو گا۔

محبوبِ دو جہاں ﷺ نے اپنے مختلف ارشادات میں اخلاق حسنہ کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے

ان من خیارکم احسنکم اخلاقا

"تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں"

(بخاری، حضرت عبد اللہ بن عمرو)

دوسری جگہ آتا ہے۔

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا (ترمذی)

" ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں ۔ جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں ۔ (ترمذی)

اس حدیث پاک سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اخلاق میں ایسی نسبت ہے کہ جس کا ایمان کامل ہو گا۔ اس کے اخلاق لازماً بہت اچھے ہونگے ۔ اور جس کے اخلاق اچھے ہونگے ۔ اس کا ایمان بھی بہت کامل ہو گا۔ واضح رہے کہ اخلاق کے بغیر ایمان بے کار ہے ۔ حتی کہ عبادات کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے ۔ اگر کسی شخص میں اخلاق کے بغیر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نظر آئے تو وہ حقیقی ایمان نہیں بلکہ ۔ ایمان کی صورت ہے اس لئے اللہ کے یہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے ۔ کیونکہ اگر آدمی کے اخلاق برے ہوں تو وہ زندگیاں بھی ان کے برے اخلاق کی وجہ سے بے مزہ اور تلخ ہوں گے ۔

یہ بد اخلاقی اور خوش اخلاقی کے وہ نقد دنیاوی نتیجے ہیں ۔ جن کا ہم اپنی روز مرہ زندگی میں تجربہ اور مشاہدہ کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ مرنے کے بعد کی زندگی جو کہ ابدی اور قائم رہ جانے والی زندگی ہے ۔ اس میں بھی ہمارے اخلاق کا اجر ملنے والا ہے ۔ آخرت میں خوش اخلاقی کا نتیجہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور جنت کا پیش خیمہ ہے ۔ اور بد اخلاقی کا اجر خدا اور اس کے رسول کا غضب اور دوزخ کی آگ ہے

ارشاد ہے کہ ۔

ما من شیء یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق (ترمذی)

" قیامت کے دن عدل کے ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہو گی ۔ "

(ترمذی)

دوسری جگہ راحتِ جاں ﷺ کا ارشاد ہے کہ ۔

احب عباد اللّٰہ احسنھم اخلاقا (طبرانی)

" اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں ۔ " (طبرانی)

جب انسان اخلاق کی ان بلندیوں کو پہنچ جاتا ہے کہ جس کا اسلام نے تصور پیش کیا ہے تو پھر وہ ایک کامل مسلمان ہو جاتا ہے ۔ جس کا وجود دوسروں کے لئے باعث رحمت ہوتا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ رحمٰن اور رحیم ہے ۔ اور جن بندوں میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا جتنا زیادہ عکس ہوتا ہے ۔ وہ اتنے مبارک اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اتنے ہی مستحق ہوتے ہیں ۔ اور جس قدر بے رحم ہیں ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اسی قدر محروم رہنے والے ہیں ۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ " حسن خلق کا ثمرہ الفت ہے ۔ اور سوء الخلق کا ثمرہ بیگانگی ہے " ۔ (احیاء العلوم)

مزید تفصیل ہماری کتاب اخلاق محبوب ﷺ میں ملاحظہ فرمائیں

ہمسایوں کے حقوق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوبِ کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے ہاں تو مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ مال اسباب حاکمِ کائنات ﷺ نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے گا مگر اس حالت میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی۔ کسی کا کھایا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا پھر وہ بیٹھے اور اس کی کچھ نیکیاں اس کے مظالم کے قصاص کے طور پر ایک (مظلوم) لے لے گا پھر اگر اس کی نیکیاں اس کی خطاؤں کا قصاص ادا کرنے سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو پھر اس کے مظلوموں کی خطائیں لے لی جائیں گی اور اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(ترمذی)

یہ حدیث مبارکہ دین اسلام کے احترام انسانی کی منہ بولتی تصویر ہے محسنِ انسانیت ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے توہین انسانی کی صورت تمام بنیادی عقائد کی تکمیل سمیت اپنے امتی کو جہنم کی خبر دی ہے جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ایک مسلمان کا محض بنیادی ارکان پر مسلمان اور مقدار

جنت ہونا قطعی نہیں ' اسلام نے اس کے لئے خلق خدا سے رویہ کو ارکان پر ترجیح دی ہے۔ "

اسلام اپنی موزونیت کے اعتبار سے عالمگیر مذہب ہے آج کی مسلح جنگ یا سرد جنگ خواہ یہ ملکوں کے درمیان ہو یا امراد کے درمیان اس کی بنیاد اسلام جیسے عالمگیر مذہب کو تسلیم نہ کرنا ہے اسلام نے اپنے پورے فلسفہ حیات کے بیان میں حدود و تخصیص کبھی نہیں رکھی جہاں فطری ضرورت ہوئی وہاں وضاحت کی احترام انسانی کے اصول کو قابل عمل بنانے کے لئے بڑے ' امیر غریب ' آخر لڑیر ' آقا غلام ' عورت و مرد حتیٰ کہ ہمسائے تک کے حقوق و فرائض کی کی وضاحت کی ہمسائیگی ایک وسیع المعنیٰ لفظ ہے ہمسائیگی افراد سے پھیل کر کرہ ارض کو تخلیق دیتی ہے اور اسلام میں اس کا احترام و حق اسی وسعت میں ہے تاکہ کل کائنات حسن کا گہوارہ ہو۔

رویوں سے ناراض و مایوس معروف شاعر مرزا اسد اللہ خاں غالب کا شعر ہے۔

بے در و دیوار سا ایک گھر بنانا چاہیے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور رازداں کوئی نہ ہو

غور کیجئے۔ شاعر انتہائی ناراضگی و مایوسی میں بھی ہمسائیگی کی اہمیت سے منکر نہیں ہو سکتا۔ راز داری اپنی ذات کے بعد اعتماد کا اہم ترین اظہار ہے۔ گویا ہمسائیگی ذات کے بعد اعتماد کا نام ہوا جبکہ اس میں در و دیوار کی قید نہیں کھلے میدانوں ' ریگزاروں اور کھلیانوں میں بھی ہمسائیگی کا تصور قائم رہتا ہے

اس بارہ میں مجاہد بیان کرتے ہیں کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ کے لئے ان کے گھر والوں میں ایک بکری ذبح کی گئی جب وہ تشریف لائے تو فرمایا کہ کیا تم لوگوں نے ہمارے یہودی ہمسائے کو (گوشت کا) تحفہ بھیجا ہے ؟ میں نے راحتِ جاں ﷺ کو فرماتے سنا کہ جبرائیل امین مجھے ہمسائے کے معاملے میں برابر وصیت کرتے رہے ' یہاں تک کہ میں نے گمان کیا وہ ہمسائے کو وارث (ترکے کا) بنا دیں گے ۔ (ترمذی)

متزکرہ حدیث مبارکہ میں ہمسائے کی اہمیت ہی وضاحت ہے ۔ اسلام کے نزدیک ہمسائیگی وسیع المعنی ہے قرآن کریم میں ہے ۔

والجار ذی القربٰی و الجار الجنب والصاحب بالجنب

اور (خدا نے) ہمسایہ قریب اور ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ (نیکی کا حکم دیا ہے)

(نساء ۳۲)

آیت میں ہمسایہ قریب ' ہمسایہ بیگانہ اور پہلو کا ساتھی اس بات کی وضاحت ہے کہ دور کے ہمسائے کا تصور بھی موجود ہے جبکہ ہمسایہ بیگانہ اپنوں کی ہمسائیگی کا تصور دیتا ہے اسی طرح پہلو کے ساتھی کا مطلب " Hate " لیا جاسکتا ہے ۔ ہمسایہ افراد ہونے یا ممالک ان کے مسائل کو آج کی دنیا کے حوالہ سے دیکھا جائے تو ان کی ضرورت ' مجبوریاں ' محرومیاں درج ذیل احادیث کے دائرے سے باہر نہیں ۔

معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں

محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسائے کا حق یہ ہے کہ اگر وہ بیمار ہو تو تو اس کی عیادت کرے اور اگر وہ انتقال کر جائے تو تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے اور اگر وہ تجھ سے قرض مانگے تو تو اسے قرض دے اور اگر وہ کوئی برائی کر بیٹھے تو تو اس کی پردہ پوشی کرے' اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو تو اسے مبارک باد دے' اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تو اسے تسلی دلا سادے اور تو اپنی عمارت کو اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کر کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور تو اپنی ہنڈیا کی مہک سے اسے اذیت نہ دے اِلّا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیجے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء علوم الدین میں اس میں اضافہ کرتے ہوئے اس کی تفصیل اس طرح لکھتے ہیں۔

ہمسائے کو سلام میں پہل کرنا اس سے اکتا دینی والی لمبی گفتگو نہ کرنا اس کی بار بار مزاج پرسی کرنا' اپنی چھت سے اس کے مکان پر نہ جھانکنا' اپنا پرنالہ اس کے مکان یا صحن کی طرف رکھنے سے پرہیز کرنا کوڑا کرکٹ اس کے مکان کے سامنے نہ ڈالنا اس کے مکان کا راستہ تنگ نہ کرنا' وہ جو کچھ اپنے گھر میں لے جا رہا ہو اسے غور سے نہ دیکھنا' اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کا پورا خیال رکھنا' اس کے خلاف کسی کی غیبت اور چغلی نہ سننا' اس کی عزت و حرمت سے نگاہ جھکالینا' اس کے ملازموں اور نوکرانیوں کی طرف نگاہ نہ اٹھانا اس کے بچوں سے لاڈ پیار کرنا' جن دینی یا عام باتوں سے وہ بے خبر ہے ان

میں اس کی راہنمائی کرنا بھی ہمسائیگی کے حقوق میں شامل ہے

حسن سلوک اور بالخصوص ہمسایہ سے حسن سلوک کی اہمیت کے بارے میں ایک حدیث مبارکہ سے ماخذ ہے حضرت ابو شرع عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا اور جب محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے تھے تو میری دونوں آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں ۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ اپنے ہمسائے کی عزت و تکریم کرے ۔ (بخاری و مسلم)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سلوک ایک فطری عمل ہے لہٰذا اس میں ترجیح لازم جز ہے معاشرے میں توازن خوبصورت کی خواہش کے باوجود اسلام نے عمومی معاشرتی فطرت کی نفی کبھی نہیں کی ۔ ذیل میں درج حدیث مبارکہ ان کی فطری تقاضوں کی عکاسی ہے ۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمسائے تین قسم کے ہیں ایک وہ ہمسایہ جسے صرف ایک حق حاصل ہے اور وہ حق کے لحاظ سے سب سے کم درجے کا ہمسایہ ہے اور (دوسرا) وہ ہمسایہ جسے دو حق حاصل ہیں اور تیسرا وہ ہمسایہ جسے تین حقوق حاصل ہیں جس ہمسائے کو ایک حق حاصل ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے جس کے ساتھ کوئی رشتہ بھی نہ ہو (مگر) اسے حق ہمسائیگی حاصل ہے اور دو حق والا ہمسایہ وہ ہے جو مسلمان ہمسایہ ہے اسے ایک حق تو مسلمان ہونے کے باعث حاصل ہے جب کہ دوسرا ہمسایہ ہونے کے واسطے تین حقوق والا ہمسایہ وہ مسلمان

ہمسایہ ہے جو رشتہ دار بھی ہو ۔ اسے ایک حق مسلمان ہونے کے باعث حاصل ہے دوسرا ہمسایہ ہونے کے باعث جب کہ تیسرا رشتہ دار ہونے کے باعث (حاصل ہے)

موجودہ دنیاوی و بدامنی ہو یا مرزا اسد اللہ خاں غالب کی خفگی کا سبب ہمسایگی کی اہمیت کے مطابق اس کے حقوق و فرائض کی عدم ادائیگی ہے ۔ اسلام دنیا کا واحد یا متفقہ مذہب نہیں مگر اس کا فلسفہ بہت مسلمہ ہے مگر افسوس کہ اہل اسلام کی ترویج کا کام تو کیا کرتے ان سے تو آج تک باہم اس پر عمل نہیں ہو سکا ۔ غیر مذہب سے سلوک تو در کنار عرب افریقی ' ایرانی افغانی مسلمان باہم تماشہ بنے ہوئے ہیں اندرونِ ملک فرقہ واریت اور قومی حقوق و استحقاق کے نام پر باہم خون خرابہ ہو راہ ہی حالانکہ پیغمبر اسلام راحتِ دو جہاں ﷺ نے ہمسائیگی کے حوالے سے انسانی حقوق کے تحفظ کا جو اہتمام فرمایا تھا اس کے بعد اس کا قطعی امکان نہیں تھا کہ کرہ ارض پر انار کی رہتی ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ محبوبِ دو جہاں ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہو گا جس کے ہمسائے اس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے محفوظ نہ ہوں ۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ محبوبِ کریم ﷺ ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ بندہ اس وقت تک مسلمان نہیں بن سکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو اور اس

وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے امن میں نہ ہو۔

یہی حدیث مبارکہ حضرت ابو شریح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں خدا کی قسم وہ مومن نہیں عرض کیا گیا کون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ جس کا ہمسایہ اس کی ضرر رسانیوں سے مامون نہیں

(بخاری)

بارگاہِ رسالت میں سخت احکامات کے ساتھ ایک دلچسپ مگر سبق آموز واقعہ بھی منسوب ہے کہ ایک روز ایک شخص راحتِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میں اپنے ہمسایہ سے سخت نالاں ہوں ۔ آپ نے فرمایا صبر کر۔ مگر شخص ایام کے وقفے سے حاضر ہو کر وہی شکایت دہراتا رہا۔ آپ نے مشورہ دیا کہ اپنا سامان راستے میں ڈال دے اس نے ایسا ہی کیا دکھائی دیتا تھا گویا وہ جگہ چھوڑ کر جا رہا ہے آنے جانے والے اس کا سبب پوچھنے لگے وہ انہیں اس کی تفصیل بتاتا لوگ بات سنتے اور ہمسائے کو لعن طعن کرتے حتیٰ کہ لوگوں نے بد ہمسائے کو کوسنا شروع کر دیا کہ خدا اس کے ساتھ برا کرے ہمسایہ خود اس کے پاس آیا اس سے اپنے کئے پر نادم اور عہد کیا کہ وہ آئندہ اسے ایسے نہ پائے گا۔ غرض محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک باعمل معلم کے طور پر نظر آتے ہیں جو نہ صرف نصیحت و ہدایت کرتے ہیں ۔ خدا کا حکم سناتے اور اس سے ڈراتے ہیں

بلکہ وہ انسانی نفسیات پر بھی پوری دسترس رکھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان یہ حدیث حقوق انسانی کی تعظیم و عظمت اور اس کی سنجیدگی کی عکاسی ہے جس کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص نے (محبوبِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) عرض کیا یا رسول اللہ فلاں عورت کی نماز روزے اور خیرات کی کثرت کا بہت چرچا ہے مگر وہ اپنی زبان سے اپنے ہمسایوں کو اذیت دیتی ہے حاکمِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگ میں جائے گی۔ اس شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ فلاں عورت کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ کم روزے رکھتی اور کم خیرات کرتی ہے اور کم نمازیں پڑھتی ہے وہ پنیر کے ٹکڑے (معمولی) خیرات کرتی ہے مگر وہ اپنی زبان سے اپنے ہمسایوں کو ایذا نہیں پہنچاتی آپؐ نے فرمایا وہ جنت میں جائے گی۔

غرض یہ کہ فکر کے اعتبار سے مذہب اسلام نجات عالم کا دین ہے تو پیغمبر اسلام ؑ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

آخر میں ہر مسلمان بھائی سے گزارش ہے کہ

ہوس نے کر دیا ٹکڑے ٹکڑے نوع انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

اللہ تعالیٰ سب کا حامی و ناصر ہو آمین بطفیل زلفِ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

غبارِ راہِ عاشقاں

امیدوار رحمت شفاعتِ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محمد زمان خان چشتی سیالوی

آرزوئے زماں

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کائنات میں بکھرے ہوئے لوگوں کے دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لوں کسی کو پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسو ایک ایک کر کے اپنے دل میں اتار لوں اور خود ایک سمندر بن جاؤں

میرا ظرف ایسا اعلیٰ ہو جائے کہ بڑی سے بڑی خطا کو بھی معاف کر دوں، نظر انداز کر دوں اپنی ذات کو مٹا دوں اپنے آپ کو فنا کر دوں۔ میری ذات دوسروں کے لئے وقف ہو کر رہ جائے۔ میں خود کیا ہوں میری خواہشیں کیا ہیں؟ یہ سب ختم ہو کر رہ جائے۔ رہ جائے تو صرف ایک احساس جو انسانوں کی عظمتوں کا آئینہ دار ہوتا ہے

مجھے کائنات میں ہر شخص مسکراتا ہوا ملے۔ کاش مجھ میں اتنی طاقت ہو کہ میں لوگوں کے دلوں سے درد و غم کے سائے دور کر سکوں۔ کاش میری زندگی کسی دوسرے انسان کے کام آ سکے تو میں سمجھوں گا کہ میرا مقصد حیات حل ہو گیا۔ کاش ایسا ہو سکے۔ انسانیت سے مجھے اس لئے اتنی محبت ہے کہ یہ میرے محبوب کی امت ہے

؎ یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

بزم عشاق کا پیغام دنیا کے تمام والدین کے نام

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے احکامات و ممنوعات کے بارے میں بتا دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور ناپسندہ کاموں کے بارے میں بتا دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے عین مطابق زندگی بسر کرنے کا پابند بنا دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو نیکی و بدی میں فرق سے آگاہ کر دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو حلال روزی کے فوائد اور حرام کمائی کے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو ناانصافی ' دوسروں کی حق تلفی ' دوسروں کے مال پر نگاہ رکھنے ' دوسروں کی تذلیل کرنے اور دوسروں پر ظلم و جبر کرنے جیسے گناہوں سے باز رہنے کے لئے تیار کر دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو نفسانی خواہشوں ' عریانی فحاشی اور بے حیائی جیسی لعنتوں کے نقصانات سے آگاہ کر دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو آخرت کی ابدی نعمتوں کے بارے میں آگاہ کر دیا ہے ؟

○ کیا آپ نے اپنے بچوں کو جہنم کے دردناک عذاب سے بچنے کے گر سکھا

دیئے ہیں ؟

○ اگر آپ نے ان تک اب باتوں سے غفلت کی ہے تو فوراً یہ تمام تعلیمات اپنے بچوں تک پہنچائیں ' اپنی ذمہ داری نبھائیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دنیوی معاشرہ سنوارنے میں اپنا کردار ادا کریں اور اپنی اور اپنے بچوں کی آخرت کو سنواریں

خوشخبری

آج امت مسلمہ جس ہمہ گیر زوال و انحطاط اور مایوسی ' بے یقین کا شکار ہے اس کا بڑا سبب نظام تعلیم ہے ہم نے فقط مغربی تہذیب و تعلیم کو اپنی کامیابی کا راستہ سمجھ لیا ہے اور دین اسلام اور عربی سے مطلقاً دوری اختیار کی جا رہی ہے اگر ان ناگفتہ بہ حالات پر قابو پا کر نظام تعلیم کو درست نہ کیا گیا تو قرآن کریم جیسی آفاقی اور ہمہ جہتی کتاب سے تعلق ٹوٹ جائے گا

خاص طور پر بچیوں کی دینی تعلیم کا مسئلہ ہے سکول و کالج کی سہولت تو ہر جگہ میسر ہے اور ہم اپنی بچیوں کو سکول و کالج بھیج رہے ہیں جہاں سے انھیں دین اسلام سے دور مغربی تہذیب کا راستہ ملتا ہے قلیل گھرانے کی لڑکیاں ہوتی ہیں جن کے گھریلوں ماحول میں مذہب کا رنگ ہوتا ہے اسلامی قدروں کو پہچانتی ہیں اکثریت اسلامی اصولوں سے ناواقف کی ہوتی ہے۔

ان حالات میں محترم المقام حضرت علامہ مولانا حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی فاضل علوم عربیہ نے تعلیمی دنیا میں انقلاب بپا کرنے کے لئے ادارہ نجم احدی (

للمنین والبنات) کی بنیاد ڈالی جس میں علمی ، فکری ، مذہبی ، عملی اور روحانی تربیت کا کام شروع کر دیا ہے مندرجہ ذیل شعبوں میں برائے طلباء و طالبات داخلہ جاری ہے حفظ و ناظرہ قرات و تجوید اور درس نظامی حدیث پاک ترجمہ و تفسیر القرآن سکول و کالج عربی کورسز

امتیازی خصوصیات!

تعلیم کے ساتھ ساتھ طلباء و طالبات کو نماز پنجگانہ محفل ذکر و فکر درود شریف ، اخلاق و روحانی تربیت دی جاتی ہے

احباب اس سنہری موقعہ سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے بچوں بچیوں کو ادارہ نجم الھدیٰ میں داخل کروائیں ۔ تاکہ آپ کے بچے تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ ہو سکیں نیز یہاں پر ہر قسم کی بیماری و ہر کام ، آسیب جادو ٹونہ ، اولاد کا نہ ہونا ہر الجھن ، پریشانی کا علاج طبِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنی علمیات و تعویزات سے مفت فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے

○ ادارہ ہذا میں بروز سوموار بعد از نماز عشاء ہفتہ وار درود پاک کی عظیم محفل ہوتی ہے شرکت فرما کر دلوں کو سکوں اور عند اللہ ماجور ہوں ۔

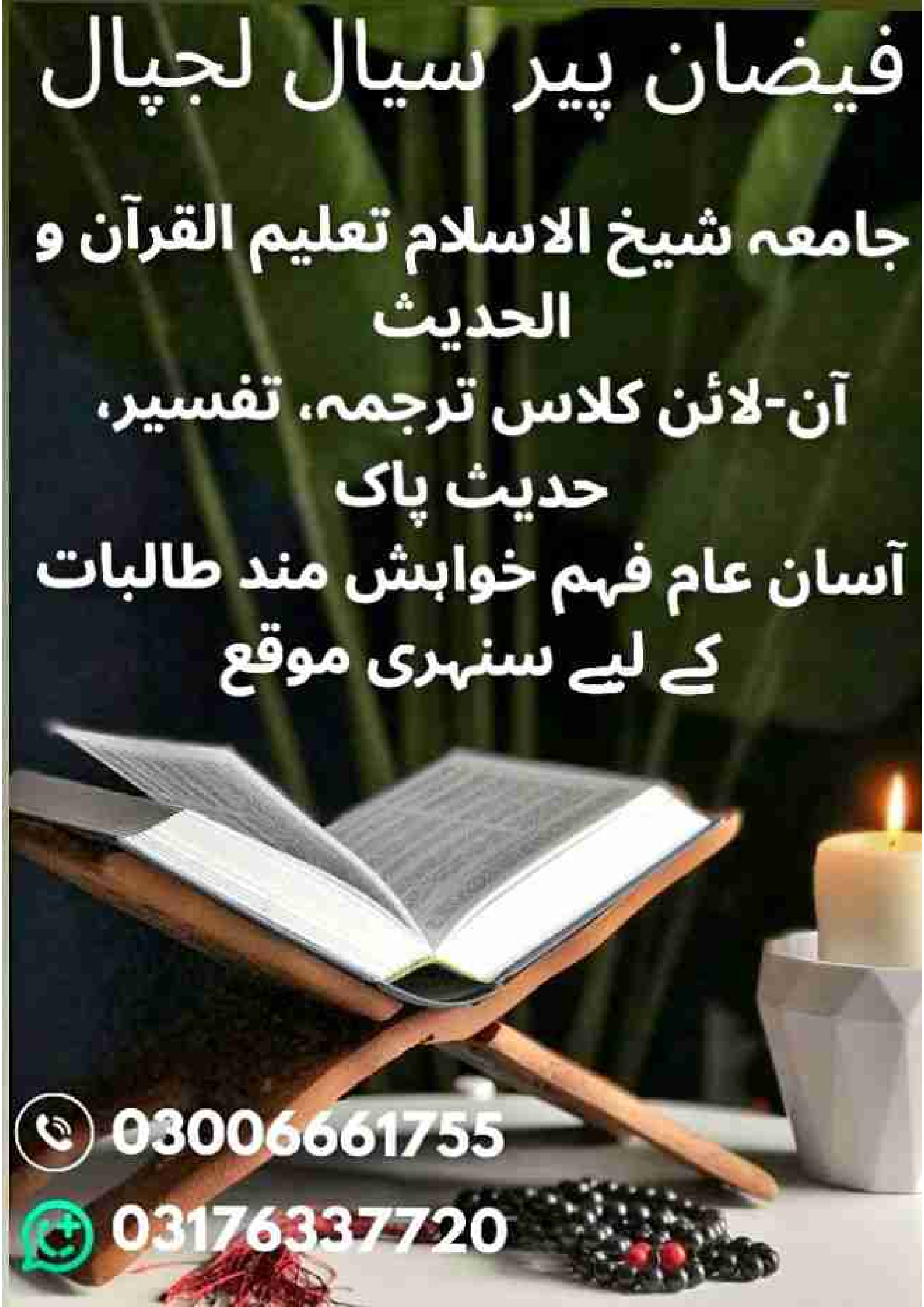
عاشق حسین تبسم

ناظم شعبہ نشرو اشاعت

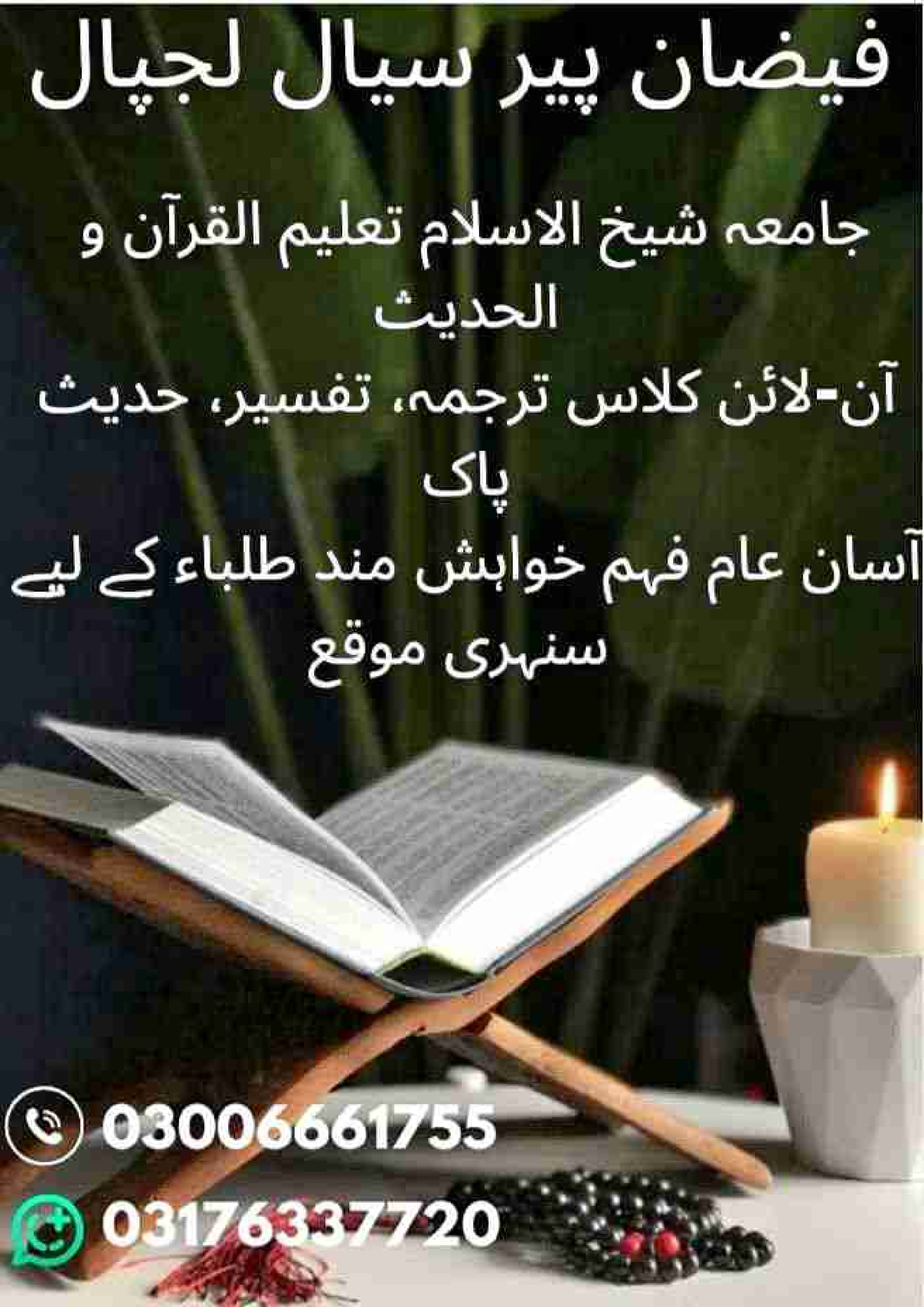
بزمِ عشاق فیصل آباد

حسن ترتیب

حسن ترتیب



فیضان پیر سیال لجپال
جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و
الحدیث
آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر،
حدیث پاک
آسان عام فہم خواہش مند طالبات
کے لیے سنہری موقع
03006661755
03176337720


فیضان پیر سیال لجپال
جامعہ شیخ الاسلام تعلیم القرآن و
الحدیث
آن-لائن کلاس ترجمہ، تفسیر، حدیث
پاک
آسان عام فہم خواہش مند طلباء کے لیے
سنہری موقع
03006661755
03176337720

فیضان پیر سیال لجپال



03006661755

03176337720

چیف آرگنائزر بزم عشاق
حضرت علامہ مولانا

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی

کی جانب سے

عاشقوں صادقوں کے لئے

عظیم تحائف

اسمائے محبوب ﷺ

در محبوب ﷺ

عکس حسن محبوب ﷺ

ادائے محبوب ﷺ

حیات محبوب ﷺ

کمالات محبوب ﷺ

آداب محبوب ﷺ

سیرت محبوب ﷺ

کلام محبوب ﷺ

فرمان محبوب ﷺ

اخلاق محبوب ﷺ

معجزات محبوب ﷺ

محبوب کائنات ﷺ

بزم محبوب ﷺ

یاد محبوب ﷺ

پیغام محبوب ﷺ

گیسوئے محبوب ﷺ

محبّ اور محبوب ﷺ

حقیقت عشق

عشق اور اہل عشق

حقیقت انساں

ذوق زماں

خیال زماں

عقل اور عشق

تعاون: داتا علی ہجویری کلاتھ ہاؤس، کلاسک گارمنٹس

ٹائٹل پرنٹنگ: جالندھر آرٹ پریس فون: 041-631818